مدحت

نعتیہ ادب کا کتابی سلسلہ

رُوحانی سرپرستی: مجدّدِ نعت حضرتِ حفیظ تائبؒ

شمارہ نمبر 1
جولائی تا ستمبر 2010ء

مدیر
سرور حسین نقشبندی

اس شمارے کا ہدیہ
پاکستان : 200 روپے
بیرون ملک : 10 ڈالر

بیرون ملک رابطے کے لیے

سعودی عرب :	عاصم ظفر (ریاض)	00966-555197569
	محمد زبیر مدنی (مدینہ منورہ)	00966-561254482
دبئی :	چوہدری نورالحسن تنویر	00971-504521130
انگلینڈ :	محمد آصف کیانی	0044-7846365669
امریکہ :	محمد اصغر چشتی	00191-77446376
ساؤتھ افریقہ :	راشد معین قاضی (ڈربن)	0027-837939730
اٹلی :	محمد ظریف	00393-204835944

سرورق ڈیزائننگ
محمد اسرار (عمر گرافکس)

پروف ریڈنگ
صفدر علی محسن

پبلشرز
طٰہٰ پبلی کیشنز، لاہور

طابع
ندیم یونس پرنٹرز، لاہور

مرتب و ناشر سرور حسین نقشبندی نے طٰہٰ پبلی کیشنز سے
چھپوا کر مرکزی دفتر نعت فورم انٹرنیشنل لاہور سے جاری کیا

زیرِ اہتمام: نعت فورم انٹرنیشنل

مرکزی دفتر: 747- کشمیر بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور، پاکستان
Ph:042-37830161 , Mob:0300-8442475
E-mail: midhat_intl@yahoo.com

فہرست

اظہاریہ — سرور حسین نقشبندی — 5

حمدیں — 9

حفیظ تائب، ڈاکٹر خورشید رضوی، ابوالامتیاز ع۔س۔ مسلم، امجد اسلام امجد،
اعجاز کنور راجہ، اشرف جاوید، آغاز والفقار خان

نعتیں — 18

اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلویؒ، احمد ندیم قاسمی، حفیظ تائب، واصف علی واصف، قتیل شفائی،
ڈاکٹر عاصی کرنالی، شہزاد احمد، حافظ لدھیانوی، سلیم گیلانی، وحید الحسن ہاشمی، خالد احمد،
شریف الدین نیئر، فیصل عجمی، امجد اسلام امجد، حنیف نارش، رفیع الدین ذکی قریشی،
ڈاکٹر ریاض مجید، ریاض حسین چودھری، اسلم کولسری، اعجاز کنور راجہ، کوثر علی، شوکت ہاشمی،
عباس تابش، نورین طلعت عروبہ، زاہد فخری، خواجہ غلام قطب الدین، شہزاد مجددی، اشرف جاوید،
عبدالرحمٰن عابد، صادق جمیل، صبیح رحمانی، واجد امیر، نجمہ یاسمین یوسف، ڈاکٹر خالد عباس،
غضنفر جاوید چشتی، ڈاکٹر یٰسین قمر، جمشید چشتی، شاہد ماکلی، شکیل جاذب، ناصر بشیر، ریاض احمد شیخ،
ارشد شاہین، رحمان فارس، ثاقب عرفانی، سلطان محمود، حماد نیازی، سرور حسین نقشبندی

مقالات و مضامین

-1 زمین تا سر عرش بریں — ابوالامتیاز ع،س، مسلم — 69

-2 اردو شاعری میں نعت گوئی — حفیظ تائبؒ — 87

3- جدید نعت اور روحِ عصر	ڈاکٹر اسحاق قریشی	95
4- شیخ محقق کی نعتیہ شاعری	علامہ شہزاد مجددی	102
5- حفیظ تائب عصرِ حاضر کا ممتاز ترین نعت نگار	ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا	111
6- یزدانی جالندھری کا نعتیہ انداز	ڈاکٹر انور سدید	115
7- بیاد ڈاکٹر طارق محمود جرال	فیض رسول فیضان	118

گوشۂ جعفر بلوچ

1- بیعت چند تاثرات	ڈاکٹر تحسین فراقی	123
2- جعفر بلوچ ایک مردِ قلندر	ڈاکٹر عبدالغنی فاروق	129
3- میرا سیاق دیکھنا میرا سباق دیکھنا	واجد امیر	133
4- پورے قد کا آدمی	تیمور حسن تیمور	136
5- جعفر بلوچ کی یاد میں تعزیتی ریفرنس کی روداد	صفدر علی محسن، محمد جمیل چشتی	142
حمد و نعت		148

مذاکرہ: جدید نعت اور امتِ مسلمہ کے مسائل

1- خالد احمد	159
2- ڈاکٹر شبیہ الحسن ہاشمی	160
3- علامہ شہزاد مجددی	162
4- پروفیسر رانا ناہر	164

نعت نگار سے مکالمہ

انٹرویو: ڈاکٹر ریاض مجید	167
نعت فورم کو موصول ہونے والی کتب	175

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اظہاریہ

نعت سے میرے تعلق کی عمر اتنی ہے جتنی میری دنیا میں آنے کے بعد شعور کی ہے۔ مجھے اپنی زندگی کے اب تک کے سفر میں اپنے چاروں طرف نعت کی روشنی دکھائی دیتی ہے اور روز بروز یہ اُجالا مجھے نئی منزلوں کی جانب اپنی کرم پرور آغوش میں لیے رواں دواں ہے۔ بچپن سے لڑکپن اور پھر جوانی تک مجھے تلاش کرنے سے بھی مدحِ رسول ﷺ کے علاوہ اپنا کوئی اور حوالہ اور شناخت نہیں ملتی۔ والدِ محترم کی زبان سے کانوں میں رس گھولتی نعت کی لوری رگ و پے میں ایسی اتری کہ وجود کا حصہ بن گئی۔ سکول کا زمانہ آیا تو یہی حوالہ مجھے اپنے ہم جماعتوں سے ممتاز کرنے کا سبب بنا اور اساتذہ کی خصوصی شفقت اور محبت اسی کے وسیلے سے میسر آئی۔

گورنمنٹ ایف۔سی کالج میں داخلے کا مرحلہ آیا تو یہی پہچان وہاں بھی سایہ فگن رہی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ حوالہ مضبوط تر ہوتا چلا گیا۔ اس کے بعد قد آور وابستگان نعت کی مشکبار صحبتوں سے خوشبو سمیٹتا میرا سفرِ نعت مسلسل رواں دواں رہا۔ کالج کے زمانے میں شعر و سخن کا شوق پیدا ہوا۔ مطالعے کے ساتھ ساتھ غزل کی صورت میں شعر کہنا بھی شروع کر دیئے اور پھر خوبیٔ قسمت دورِ حاضر کے مجدّدِ نعت حضرتِ حفیظ تائبؒ کے قدموں تک لے آئی۔ اس تعلق نے میری زندگی میں نمایاں تبدیلی پیدا کر دی۔ شعر و سخن کا ذوق ان کی صحبت میں بیٹھ کر روز بروز فزوں تر ہوتا چلا گیا اور کالج میں نوجوانی کے دور میں ہی میری طبع نعت کی طرف مائل ہو گئی بلکہ نعت ہی کی ہو کر رہ گئی۔ پھر مجھ سے یہ شوق چھوٹے بہن بھائیوں میں منتقل ہوا اور یہ پہچان انفرادی حیثیت کی حد سے نکل کر پورے گھرانے تک پھیل گئی اور اب جب اپنے بچوں کے لڑکھڑاتے معصوم لہجے میں نعت سنتا ہوں تو شکر

کے جذبات پلکوں سے اُمڈ اُمڈ جاتے ہیں۔اسی لیے ایک نعت میں برجستہ یہ شعر ہوگیا کہ ؎

رحمت نے میرے سارے گھرانے کو چُن لیا

سب مدحتِ حضورؐ سے وابستہ ہو گئے

ریڈیو پر پہلی بار آڈیشن دینے گیا تو اس وقت کے معروف موسیقار نے جب متعلقہ پروڈیوسر سے یہ کہا کہ اس بچے کی آواز غزل کی گائیکی کے لیے نہایت موزوں ہے تو کسی ان دیکھی طاقت نے بڑا عرصہ وہاں جانے سے روکے رکھا اور تب تک نہ جا سکا جب تک مجھے نعت کے حوالے سے نہ بلایا گیا۔عملی زندگی میں قدم رکھا تو خیال تھا کہ اب دوسرے دوستوں کی طرح میرا بھی یہ شوق تلاش رزق کی غلام گردشوں کی نذر ہو جائے گا لیکن بینک کی پرکشش نوکری کے باوجود ایک بے چینی ہمہ وقت دامن گیر رہتی۔ایک عجیب سا اضطراب ہر گھڑی مجھے اندر سے توڑتا پھوڑتا رہتا کہ مجھے جو کرنا چاہیے وہ میں نہیں کر رہا۔ جب فیصلے کا وقت آیا تو بینک سے بطور آفیسر استعفیٰ دیتے ہوئے پریشانی کا احساس تک موجود نہیں تھا۔اس سارے عرصہ کے دوران نعت سے وابستگی دن بدن مستحکم ہوتی چلی گئی اور یہی حوالہ پہچان بنتا چلا گیا۔

درس و تدریس کے شعبے سے منسلک ہوا تو مجھے خدمت نعت کے لیے کافی وقت میسر آ گیا۔ 2 سال قبل ''**نعت فورم**'' کی بنیاد رکھی اور اس کے تحت ماہانہ نعتیہ مشاعروں کا آغاز کیا۔شعر و ادب کے تمام حلقوں میں اسے بے پناہ پذیرائی حاصل ہوئی۔نعت فورم کی اندرون و بیرون ملک مقبولیت میں دن بدن اضافہ ہوتا رہا اور اس فورم سے ایک خالص ادبی نوعیت کے رسالے کی ضرورت شدت سے محسوس کی جانے لگی۔ ''**مدحت**'' آپ کے ہاتھوں میں ہے اور یہ انہی ذمہ داریوں کا ایک تسلسل ہے جنہیں میں اپنے آپ پر محسوس کرتا ہوں اور ان میں سے کسی ایک کو پورا کر کے جو سرشاری دل پر اترتی ہے اس کے اظہار کے لیے الفاظ کا چناؤ بہت مشکل ہے۔**نعت فورم** سے آغاز ہونے والے اس سفر کی منزل ایک ''**نعت سنٹر**'' کا قیام ہے جہاں آنے والی نسلوں کو نعت سے متعلق تمام تر چیزیں ایک ہی چھت تلے میسر ہوں۔ وہیں پہ نعتیہ محافل،نعتیہ مشاعرے،نعتیہ مذاکرے،الغرض نعت سے متعلق ہونے والا ہر کام اس مرکز سے پروان چڑھے اور مستقبل میں نعت شناسی کیلئے ایک مستند حوالے کے طور پر جانا جائے۔ایک ایسے **ٹی وی چینل** کا قیام بھی ہمارے پروگرام کا حصہ ہے جہاں سے نعت اپنے پورے وقار اور احترام کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو کر مستقبل کے لوگوں تک پہنچے

اور محبت رسول ﷺ کی مہک پھیلتی چلی جائے۔ میں اپنے بچپن سے اب تک نعت کے ارتقائی سفر کو دیکھتا ہوں تو مجھے اس منزل تک پہنچنے کا یقین ہو جاتا ہے اور حضرت احمد ندیم قاسمیؒ کا یہ شعر میرے اس احساس کو توانا تر کر دیتا ہے کہ ؎

میرا تو کائنات میں ترےؐ سوا کوئی نہیں
ارض تریؐ، سما ترےؐ، بندے ترےؐ، خدا تراؐ

مدحت کا یہ پہلا شمارہ ہے اور ہم اسے کتابی سلسلے کی صورت میں شائع کر رہے ہیں۔اس کے مختلف حصوں کا مختصر تعارف درج کیے دیتا ہوں:

حمد و نعت

مدحت کا پہلا حصہ حمد و نعت پر مشتمل ہے۔اس میں ہم کوشش کریں گے کہ نعت کی ادبی روایت اور مقام کو مزید آگے بڑھایا جائے اور خالصتاً ایسی چیزوں کا انتخاب کریں گے جو نعت کے معیار پر پورا اترتی ہوں۔

مضامین و مقالات

اچھے مضامین و مقالات کا حصول اور ان کا انتخاب بھی ایک کڑا مرحلہ ہے۔اس حصے میں ہماری کوشش ہوگی کہ آپ کو تحقیق و تنقید پر اعلیٰ ادبی معیار کے مقالات پڑھنے کو ملیں اور تنقید نعت کا سفر عزت و وقار سے کسی بھی مکتب فکر کی دل آزاری کیے بغیر آگے بڑھے۔اس حصے میں سب سے پہلے ممتاز دانشور ع۔س۔مسلم صاحب کا مضمون شامل ہے ان کے بعد حضرت حفیظ تائبؒ کا نعت کے موضوع پر لکھا گیا سب سے پہلا مضمون جو 1952ء میں تحریر کیا گیا اور آج تک کہیں نہیں چھپا اسے برکت کے لیے شامل کر رہے ہیں۔اس کے بعد بالترتیب محترم ڈاکٹر اسحاق قریشی، جناب علامہ محمد شہزاد مجددی، جناب ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر انور سدید اور فیض رسول فیضان کے مختلف موضوعات پر مضامین شامل ہیں۔

گوشۂ نعت نگار

اس مستقل سلسلے میں ہم کسی ایک نعت نگار کے فکر و فن اور اس کی شاعری شامل کریں گے اور کوشش کریں گے کہ یہ ایسا بھرپور ہو جو اس کی شخصیت اور فنی محاسن پر محیط ہو۔اس بار گوشۂ نعت اردو نعت کے ایک محترم شاعر جناب جعفر بلوچؒ کے فکر و فن پر مشتمل ہے۔

نعتیہ موضوع پر مذاکرہ

یہ بھی ایک مستقل سلسلے کی صورت میں شامل ہوگا جس میں نعت کے کسی ایک موضوع پر مختلف اہل علم کی محترم رائے شامل کی جائے گی۔اس بار یہ مذاکرہ ''جدید نعت اور امت مسلمہ کے مسائل'' کے موضوع پر ہے جس میں خالد احمد، ڈاکٹر شبیہ الحسن ہاشمی، علامہ شہزاد مجددی اور پروفیسر رانا ناہر نے اپنے اپنے انداز سے اظہار خیال کیا ہے۔

نعت نگار سے مکالمہ

یہ سلسلہ بھی مستقل حیثیت سے شامل ہوگا جس میں ہم موجودہ دور کے کسی بھی اہم نعت نگار سے اُن کے فن کے حوالے سے گفتگو سوال و جواب کی شکل میں پیش کریں گے جس سے یقیناً نئے لوگوں کو نعت کی ان اہم شخصیات کے خیالات کو جاننے کا موقع ملے گا اوران بزرگوں کے تجربات اور خیالات و افکار کی روشنی میں نئے نعت نگاروں کو اپنا سفرِ نعت بہتر انداز میں آگے بڑھانے میں مدد اور رہنمائی ملے گی۔اس بار ہم اردو نعت کی معتبر شخصیت ڈاکٹر ریاض مجید صاحب کے ساتھ ہونے والی گفتگو نذر قارئین کررہے ہیں۔

ان مستقل سلسلوں کے علاوہ بھی نعت سے متعلقہ ہونے والے کام کو'' **مدحت** '' کے صفحات کے ذریعے آپ تک پہنچانے کی سعی کرتے رہیں گے۔آپ کی طرف سے ہونے والی مثبت اور تعمیری تنقید کا ہم کھلے دل سے خیر مقدم کریں گے اوراس کی روشنی میں انشاء اللہ العزیز ہمارا سفر آگے بڑھتا رہے گا۔

آخر میں ان تمام احباب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ''**مدحت**'' کو خواب سے تعبیر بنانے میں میرا ساتھ دیا۔میں دعا گوہوں کہ اللہ رب العزت ان تمام احباب کی محنت اور تعاون کو قبول فرمائے اور نعتِ رسول ﷺ کی خدمت کے صلے میں صاحبِ مدحت ﷺ کی نگاہِ کرم ہمیشہ ان پر سایہ فگن رہے۔(آمین)

آپ کا اپنا

مدیر'' **مدحت** ''

☆☆☆

يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ

حمدیں

حفیظ تائبؒ

حمد باری تعالیٰ

یوں لبوں پر ہے مرے حمد الٰہی کا بیاں!
کاہ کے دوش پہ جیسے ہو کوئی کوہ گراں

اس کی قدرت کے مظاہر، مہ و مہر و مریخ!
بحر و بر، دشت و جبل اس کی جلالت کے نشاں

بے ستوں اس نے ہی کی سقف سما ایستادہ
سبزہ و گل سے بھرا اس نے زمیں کا داماں

اس کے ایما سے ہی ذروں میں توانائی ہے
اس کے ہی اذن سے ہے زیست کراں تا بہ کراں

نہ کوئی اس کے سوا حشر کے دن کا مالک
نہ کوئی اس کے سوا دہر میں مختار اماں

وہ کسی سے بھی نہیں اور نہ کوئی ہے اس سے
پھر بھی رکھتا ہے ہر اک شخص سے وہ رشتہ جاں

اس نے بخشا ہے اسے اپنی نیابت کا شرف
اس کے احسان بھلا سکتا ہے کیسے انساں

منکروں کا بھی وہی رزق رساں ہے تائب
بے نیازی ہے حقیقت میں اسی کو شایاں!

☆☆☆

ڈاکٹر خورشید رضوی

حمد باری تعالیٰ

تجھ سے جی لگتا ہے میرا، جانِ تنہائی ہے تو
میرے اندر کا جہاں ہے، دل کی گہرائی ہے تو
یہ زمیں یہ سبزہ و گل، یہ فلک یہ مہر و ماہ
اے مصور سب کی روحِ نقش آرائی ہے تو
تو پرندوں کو فضا میں تھامتا ہے دم بدم
بال و پر کا زور، ہمت کی توانائی ہے تو
جھومتی شاخیں، مہکتے گل، چہکتے خوش نوا
ساری رونق تیرے دم سے، سب کی زیبائی ہے تو
کون ہے فرماں روائے بحر و بر تیرے سوا
خاک کی وسعت ہے تو، پانی کی پہنائی ہے تو
حکم سے تیرے ڈھلا کرتے ہیں گوہر زیر آب
تیرگی کی روشنی، ظلمت کی بینائی ہے تو
تیرے دم سے چار سو نقش و نگارِ کو بہ کو
اور ان کے درمیاں احساسِ یکتائی ہے تو
تو بصارت اور سماعت بخشتا ہے خاک کو
پیکروں کے درمیاں وجہ شناسائی ہے تو

ابوالامتیاز۔ع۔س مسلم (دبئی)

حمد باری تعالیٰ

اے خالق و مالکِ ارض و سماء — سب حمد و ثناء ہے تیرے لیے
تو اکبر و قادر و ربِ علا — سب حمد و ثناء ہے تیرے لیے
از فرش زمیں تا عرش بریں — سب خلق تری سب تیرے نگیں
سر سب کا ہے تیرے در پہ جھکا — سب حمد وثنا ہے تیرے لیے
ہر وعدہ و قول تیرا برحق — اورحشر میں تیری لقا برحق
میں بندہ تیراتو میرا خدا — سب حمد و ثناء ہے تیرے لیے
ہے ذکر تیرا شب دل کی سحر — ہے تجھ سے ہی نور فکر ونظر
سب نور ہے تو سب نور تیرا — سب حمد وثنا ہے تیرے لیے
ایمان و یقیں کی دولت دے — تو جسم اور روح کی صحت دے
اے معطیٔ فکر ذہن رسا — سب حمد وثنا ہے تیرے لیے
جب حشر کا سورج ہو سر پر — رکھ مسلم بے مایہ پہ نظر
کر عرش سے رحمت کا سایہ
سب حمد و ثنا ہے تیرے لیے

☆☆☆

امجد اسلام امجد

حمد باری تعالیٰ

اک بحر بے کنار رواں ہے طواف میں
لگتا ہے جیسے سارا جہاں ہے طواف میں

اک بے خودی کی لہر لیے جاتی ہے کہیں
کس کو خبر کہ کون، کہاں ہے طواف میں

تاروں کا روپ دھار کے ہیں گل فشاں ملک
جنت کے باغ کا سا سماں ہے طواف میں

ہے درمیان شمع کی صورت خدا کا گھر
پروانہ وار شعلہ جاں ہے طواف میں

ہر ایک چیز اسی دائرے میں ہے
جیسے کہ کائنات رواں ہے طواف میں

ایسا بھی وقت آتا ہے چلتا نہیں پتا
امجد یقیں ہے کہ گماں ہے طواف میں

اعجاز کنور راجہ

حمد باری تعالیٰ

بحرِ عصیاں میں ہم سربسر صاحبا
درگزر، درگزر، درگزر صاحبا

ہم گنہ گار ہیں، ہم خطا کار ہیں
رحم کر، رحم کر، رحم کر صاحبا

ماہِ رمضان ہے بھیک دے دے سخی
جھولیاں اپنے منگتوں کی بھر صاحبا

نعت کہنے کا ہم کو ہنر بخش دے
کھول دے ہم پہ رحمت کے در صاحبا

تیری سنت درود و سلام اے خدا
ہم ثنا خوان خیرالبشر صاحبا

بس مدینہ، مدینہ مری آرزو
اک نظر، اک نظر، اک نظر صاحبا

ایک عالم ترے نام لیواؤں کا
جس طرف اٹھ گئی وہ نظر صاحبا

ہم بھی طیبہ کی جانب اڑانیں بھریں
بخش دے ہم کو بھی بال و پر صاحبا

آنکھ میں ذرہ ذرہ چمکتی رہے
خاک پائے شہ معتبر صاحبا

جب حرم سے مدینے کی جانب چلیں
ہو سفر مختصر، مختصر صاحبا

ان کے صدقے کنور کو بھی توفیق دے
نعت لکھتا رہے عمر بھر صاحبا

☆☆☆

اشرف جاوید

حمد باری تعالیٰ

میری مشکل بڑی ہے تو کیا، اے خدا
تیری رحمت مگر ہے سوا، اے خدا

چشم گریہ میں اڑنے لگی ریت سی
دل کا دریا اترنے لگا، اے خدا

آسماں گر پڑا مجھ سے کمزور پر
اک زمانہ مخالف ہوا، اے خدا

توڑ ڈالیں نہ حالات کی گردشیں
خاک اڑا دے نہ ظالم ہوا، اے خدا

کیا مسلسل لڑھکتا چلا جاؤں گا!
اک سہارا، بس اک آسرا، اے خدا

یار اغیار نظریں چرانے لگے
یوں تماشا بنایا گیا، اے خدا

تیرہ بختی نے دھندلا دیئے راستے
کوئی امید، کوئی دیا، اے خدا

میں نے مانا کہ ہے یہ خدائی تری
میں نے جانا کہ ہے تو خدا، اے خدا

تیرا شیوہ تو بے اعتنائی نہیں!
نارسا کیوں ہے دست دعا، اے خدا

☆☆☆

آغا ذوالفقار خان

حمد باری تعالیٰ

زمانے میں ہمارا مرکزِ حمد و ثنا تو ہے
ہر اک سجدے کا تو مقصود یارب مدعا تو ہے

ترے اسمِ معلیٰ کا میں ہر دم معجزہ دیکھوں
سرِ قلب و نظر تو ہے پسِ حرفِ دعا تو ہے

مجھے اب غم کی تاریکی کا کوئی غم نہیں ہوتا
سفر کی منزلوں میں ہر قدم جلوہ نما تو ہے

مرے فکر و تدبر کو تو ہی مفہوم دیتا ہے
یقیناً اس خموشی کی زمانے میں صدا تو ہے

لبِ ہر گل پہ تو ہی رنگ بن کے مسکراتا ہے!
سرِ صحن گلستاں خوشبوئے موج ہوا تو ہے

ملی ہے ہر قلندرؒ کو زمانے میں رضا تیری
نگاہ اولیاءؒ تو ہے شعورِ انبیاءؑ تو ہے

میں دنیا میں سہاروں کی تمنا ہی نہیں رکھتا
مرا ایمان ہے یارب کہ میرا آسرا تو ہے

کوئی مشکل پڑے تو مجھ کو گھبرانا نہیں آتا
مجھے یہ ناز ہے آغاؔ مرا مشکل کشا تو ہے

☆☆☆

اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ

نعت شریف

محمدؐ مظہر کامل ہے حق کی شان عزت کا
نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

گدا بھی منتظر ہے خلد میں نیکوں کی دعوت کا
خدا دِن خیر سے لائے سخی کے گھر ضیافت کا

گنہ مغفور، دل روشن، خنک آنکھیں، جگر ٹھنڈا
تعالیٰ اللہ ماہ طیبہ عالم تیری طلعت کا

ادھر امت کی حسرت پر، ادھر خالق کی رحمت پر
نرالا طور ہوگا گردش چشم شفاعت کا

خم زلف نبی ساجد ہے محراب دو ابرو میں
کہ یارب تو ہی والی ہے سیہ کاران امت کا

جنہیں مرقد میں تاحشر امتی کہہ کر پکارو گے
ہمیں بھی یاد کرلو ان میں صدقہ اپنی رحمت کا

رضائے خستہ جوشِ بحر عصیاں سے نہ گھبرانا
کبھی تو ہاتھ آ جائے گا دامن ان کی رحمت کا

احمد ندیم قاسمی

نعت شریف

کبھی جو تجھ کو تصور میں نگہباں دیکھا
اس ایک لمحے پہ صدیوں کا سائباں دیکھا
ترے ہی نور سے تھے اکتساب کے چرچے
زمیں کو دیکھ کے جب سوئے آسماں دیکھا
اس لیے تو ہے محبوبِ کبریا ترا نام
جہاں جہاں تجھے ڈھونڈا، وہاں وہاں دیکھا
ہراک صدی میں ہراک بزم میں، ہراک دل میں
ترا پیام محبت رواں دواں دیکھا
مری حیات ہے گر تیری یاد کی تجسیم
تو ایسی یاد کا اک پل نہ رائیگاں دیکھا
سدا گواہ ہے تاریخ نوعِ انساں کی
کہ تجھ سا کوئی نہ ہمدردِ بے کساں دیکھا
نگاہ اس کی حدِ لامکاں بھی چیر گئی
ترے ندیم نے جب تیرا آستاں دیکھا

حفیظ تائب

نعت شریف

اک کیف، اک سرور ہے ذکرِ حضورؐ میں
حاصل عجب حضورؐ ہے ذکرِ حضورؐ میں

الفاظ ساتھ دینے سے قاصر ہیں گنگ ہیں
جذبات کا وفور ہے ذکر حضورؐ میں

قرآن رہنما ہے تو سیرت ہے دستگیر
عاجز اگر شعور ہے ذکر حضورؐ میں

فکرِ حضورؐ موجب راحت مرے لیے
ہر رنج دل سے دور ہے ذکر حضورؐ میں

خوشبوئے جانفزا سے ہے معمور بزم زیست
سر پر رِدائے نور ہے ذکر حضورؐ میں

تائب یہ ذکر خیر ہے سرمایۂ حیات
ہر خیر کا ظہور ہے ذکرِ حضورؐ میں

☆☆☆

واصف علی واصف

نعت شریف

وہی ہے باعث تخلیق ہستیٔ عالم
وہی ہے مظہر انوار، نازش آدم

صداقتوں کا پیمبر، حقیقتوں کا امیں
لطافتوں کا مرقع، کمال حسن شیم

خدا سے مانگے وہ بخشش ہر آدمی کے لیے
بشر سے مانگے وہ تسبیح خالق اعظم

وہ نفرتوں کی خلیجوں کو پاٹنے والا
وہ جس کے خلق سے دشمن بھی بن گئے ہمدم

وہی ازل کے سفر میں ہے آسرا سب کا
ازل سے جس کی ہے سب پر نوازشِ پیہم

وہ جس کی یاد سے ملتی ہے دولت تسکیں
وہ جس کا نام ہے زخموں کے واسطے مرہم

وہ راہبر بھی ہے منزل بھی ہمسفر بھی وہی
کڑے سفر کی کڑی دھوپ میں وہ ابر کرم

اسی پہ بھیج درود و سلام اے واصفؔ
اسی کے فیض سے قائم ہے عاصیوں کا بھرم

☆☆☆

نعت شریف

نظر نظر میں وہ نور یقین تھے تب بھی
وہ جب رسول خفی تھے، امین تھے تب بھی

جب ان کا شہر بھرا تھا کئی خداؤں سے
عقائد ان کے بہت دلنشین تھے تب بھی

جب آسمان پہ سورج نہ چاند تارے تھے
حضور جلوہ فگن ہر زمین تھے تب بھی

کسی کو حسن کے معنی بھی جب نہ آتے تھے
وہ اپنی ذات کے اندر حسین تھے تب بھی

قتیل دل نے دھڑکنا بھی جب نہ سیکھا تھا
وہ میرے خانۂ دل میں مکین تھے تب بھی

☆☆☆

ڈاکٹر عاصی کرنالی (ملتان)

نعت شریف

خاک جب اُس پیکر نوری کا مدفن ہوگئی
ساری دنیا کی زمیں اندر سے روشن ہوگئی

وقت نے جب آپؐ کی سیرت کو لکھا حرف حرف
اک نئی تہذیب انسانی مدون ہوگئی

آپؐ کی رحمت نے بدلا تند خوؤں کا مزاج
برق سوزاں خود نگہبانِ نشیمن ہو گئی

آپؐ کے زیرِ اثر ہر خلق نے پایا فروغ
ہر کلی اتنی پھلی پھولی کہ گلشن ہو گئی

روئے ہستی سے بدی کے داغ دھبے مٹ گئے
خیر سے انساں کی پیشانی مزین ہو گئی

جب وسیلہ آپؐ کی رحمت کا آیا درمیاں
درگہ حق میں دعا منظور فوراً ہو گئی

جب سوا نیزے پہ آیا آفتابِ حشر خیز
چترِ رحمت عاصیوں پر سایہ افگن ہو گئی

شہزاد احمد

نعت شریف

اسی کی رحمتوں کا منتظر سارا زمانہ ہے
وہ امی ہے مگر تدبیر و حکمت کا خزانہ ہے

اسی سے آ گہی اور علم کی تکمیل ہوتی ہے
وہ فخر آدمیت ہے، وہ یکتا ہے، یگانہ ہے

عروج ہر دو عالم تھا، وہ یثرب کا سفر کرنا
اسی نقش قدم کو اپنی منزل ہم نے جانا ہے

اسی نور بصیرت سے ہوئیں، روشن سبھی آنکھیں
محمدؐ کا گھرانا برکتوں والا گھرانا ہے

اسی کے فیض سے آسان ہوں گی مشکلیں ساری
ابھی تو دشمنوں کا حوصلہ بھی آزمانا ہے

نگاہیں دیکھتی ہیں، ان کی مسجد کے نئے منظر
مگر دل میں مدینے کا وہی نقشہ پرانا ہے

وہی دست محبت ہے، نگہباں ہر سفینے کا
ہمیں معلوم ہے دریا، اسی جانب روانہ ہے

زمانے کی تگ ودو میں سبھی کچھ کھو دیا ہم نے
ہمارا کام اب اک دوسرے کو حق دلانا ہے

ہماری ذات میں شہزاد کوئی بھی نہیں خوبی
مگر ان سے عقیدت، ان سے الفت والہانہ ہے

☆☆☆

حافظ لدھیانوی

نعت شریف

پلکوں پہ درخشندہ گہر لائے تری یاد　　آئینہ افکار کو چمکائے تری یاد
اب اور کسی سمت نہ ہو دھیان کی منزل　　یوں نغمۂ پر شوق میں لہرائے تری یاد
ہر ایک نفس ہو تری مدحت سے شگفتہ　　اس طرح رگ و ریشے میں بس جائے تری یاد
سوزِ غمِ جاں سے ہو مری روح منور　　قندیلِ وفا ایسی جلا جائے تری یاد
جلوے ہوں مرے سامنے ہر وقت حرم کے　　دوری میں حضوری کا سماں لائے تری یاد
مجھ سے تہی دامن کو غنی کر دیا جس نے　　کچھ ایسے مجھے دے گئی سرمائے تری یاد
بس تیری ثناء ہو مری تخلیق کا مقصد　　تخلیق کے اس موڑ پہ لے آئے تری یاد
تفسیرِ تمنا ہو مری نعت کا ہر شعر　　یوں فکر کے اسلوب میں ڈھل جائے تری یاد
اک تیرا تصور ہو مری زیست کا حاصل　　یاد آئے نہ کچھ بھی جو مجھے آئے تری یاد
گلہائے عقیدت ہوں مرے دامنِ دل میں　　سرمایہ مری روح کا بن جائے تری یاد

کچھ ایسا کرم حافظِ عاصی پہ بھی ہو جائے
قسمت میں ہو دیدار بھی جب آئے تری یاد

☆☆☆

سلیم گیلانی

نعت شریف

ترے آستاں سے پہلے کوئی آستاں نہیں تھا
وہ زمیں تھا میں کہ جس کا کوئی آسماں نہیں تھا

سفرِ سما سے پہلے، ترے نقش پا سے پہلے
بہ تبسم کواکب، سر کہکشاں نہیں تھا

نہ خرد کی روشنی تھی نہ جنوں کی آگہی تھی
تری رہبری سے پہلے، یہ جہاں جہاں نہیں تھا

کئی آنسوؤں کے قلزم ترے در پہ بہہ چکے ہیں
غم دل کا تجھ سے پہلے کوئی راز داں نہیں تھا

وہ شہِ ورائے دیدہ، میں نوائے نارسیدہ
تری رحمتوں سے پہلے کوئی درمیاں نہیں تھا

تو جواز دو جہاں ہے تو ہی راز کن فکاں ہے
تو کہاں کہاں نہیں ہے، تو کہاں کہاں نہیں تھا

ترے شہر کی ہوا سے دل و جاں مہک رہے ہیں
مجھے بختِ نارسا پر کبھی یہ گماں نہیں تھا

سید وحید الحسن ہاشمی

نعت شریف

شعورِ عشق دلِ حق شناس رکھتے ہیں
بہ فیض نعت شفاعت کی آس رکھتے ہیں

نبی کا عشق ہے راہِ نجات کا ضامن
یہ وہ سند ہے جو ہم اپنے پاس رکھتے ہیں

ہمیں عزیز بہت ہیں کتاب اور عترت
حضور کہہ گئے ہم اس کا پاس رکھتے ہیں

اس لیے تو ہماری ہے منتظر جنت
نبیؐ کے عشق کے پھولوں کی باس رکھتے ہیں

جو عاشقانِ نبی میں عجب ہے ان کا عمل
بشکل اشک وفا کی اساس رکھتے ہیں

خدا کے اذن سے کرتا ہے بات حق کا نبی
ہم اپنے ذہن میں یہ اقتباس رکھتے ہیں

وہی تو حب پیمبرؐ کے ہیں امین کہ جو
بدن پہ فقر کا اپنے لباس رکھتے ہیں

☆☆☆

خالد احمد

نعتیہ قصیدہ

چہرہ تمام رنگ تھا، پیکر کرن تمام
کجلا کے رہ گئے مہ و پروین تن تمام

اک سطر میں ہوئے ورقِ جان وتن تمام
لیکن ہوا نہ تذکرۂ پیرہن تمام

اے ماحیؐ غم دل و دنیا ترے لیے
محو دعا رہے رسل ذوالمنن تمام

اک سرسری نگاہ میں گل رنگ ہو گئے
پست و بلند، دشت وجبل، ژاژ و بن تمام

کس رخ کروں قصیدۂ شاہؐ زمن تمام
تشبیب ہی میں ہو گئی تابِ سخن تمام

گل کھل رہے ہیں کھلتے سروں کی اٹھان سے
نقش قدم ہیں یاسمن و نسترن تمام

اے کاروان خاک وخل وخار وخس سنبھل
محمل کے ساتھ ساتھ ہیں گل پیرہن تمام

خیمہ بہ دوش، ساز بہ کف، خانماں
بہ سرخرگاہ اہل عشق ہیں کوہ و دمن تمام

اے ربط سنگ و سر! سروزانو کے سنگ
دیکھ اہل کمال، اہل ہنر، اہل فن تمام

بیٹھے ہیں ان کے در سے لگے سردر آستیں
دیدہ درا تمام دریدہ دہن تمام

مداح کار مدح سے غافل نہیں ہوئے
تارنفس کے ساتھ رہے تار زن تمام

اسم حضورؐ لب پہ در آیا تو دفعتاً
کرنوں کی گونج تھے رگ وپے جان وتن تمام

چہرے پہ سایہ گر عجب ابر جمیل ہے
باغ جناں ہے پرتو رخ سے بدن تمام

آئینۂ نگاہ میں اترا وہ آئینہ
آئینہ لاخ ہو گئے روئینہ تن تمام

ہر لفظ چاہتا ہے کہ اس ذکر میں ڈھلے
در پر ہیں دست بستہ بتانِ سخن تمام

پا آبلہ نے اٹھ کے خس و خار چن لیے
رہ دیکھتے ہی رہ گئے سر و سمن تمام

مٹی سے مس ہوئی، وہ سر انگشت آفتاب
خالد گلاب رو ہوئے نسرین تن تمام

لکھتے ہی ان کا اسم مبیں جھلملا اٹھیں
عرش ورق پہ کاہ کشانِ سخن تمام

پامال سر بلند ہوئے، صف بہ صف اٹھے
دیکھا وہ رنگ رخ تو کھل اٹھے چمن تمام

گلبن دیار علمؐ کے پیروں کی گرد تھے
بس رہ گیا دھرے کا دھرا بانک پن تمام

وہ ریگ پا نہیں تھی، ستاروں کا چھان تھا
قرآن پر گواہ تھا ان کا چلن تمام

اے زور نطق! محض سخن ہیں یہ فلسفی
کشت عمل ژفیدہ تھے ان کے سخن تمام

منہ دیکھتے ہی رہ گئے جادو بیاں سبھی
لب گنگ ہو کے رہ گئے جادو سخن تمام

سوئے چراغ، تاب و تبِ مہر کھا گئی
لب گنگ اک سخن میں ہوئے اہل فن تمام

☆☆☆

سید شریف الدین نیر

نعت شریف

کہکشاں سے بڑھ کے روشن ان کے گھر کے راستے
مہبط انوار ہیں خیرالبشر کے راستے

آسماں کی راہ سے یہ نازنیں گزرا ہے کون
نور سے معمور ہیں اب تک سفر کے راستے

جن کے دل میں ہے فروزاں مشعل عشق نبیؐ
شب کی ظلمت میں وہ پاتے ہیں سحر کے راستے

دل نے پایاہے غم عشق نبیؐ سے مرتبہ
نور کے دھارے بنے ہیں چشم تر کے راستے

دل میں ان کی یاد سے تابندہ منزل کے نشاں
ان کے جلوؤں سے گہر افشاں نظر کے راستے

بس انہی کے در سے نیر درد و غم کا ہے علاج
بھولتا ہے دل کہاں اس چارہ گر کے راستے

☆☆☆

فیصل عجمی

نعت شریف

وضاحتوں سے کہاں غم سخن کیا جائے
یہی بہت ہے کہ مبہم سخن کیا جائے

حضورؐ ایک ہی خواہش ہے اور نعت کی ہے
جو اذن ہو تو کوئی دم سخن کیا جائے

حضورؐ کیسی گھڑی ہے کہ خامشی کے سوا
کوئی نہیں کہ جسے ہم سخن کیا جائے

کرم ہو ایسا کہ دھڑکن درود پڑھنے لگے
حریم نعت میں، پیہم سخن کیا جائے

کسی دیار میں لہجے پہ کوئی قید نہیں
درِ حضورؐ پہ مدھم سخن کیا جائے

درود پڑھتے رہیں اور سلام پڑھتے رہیں
پھر اس کے بعد بہت کم سخن کیا جائے

☆☆☆

امجد اسلام امجد

نعت شریف

وہ جو تیری چشمِ کرم میں ہیں مجھے آقاؐ ان میں شمار کر
ترے آستاں کی طرف ہیں جو انہی راستوں کا غبار کر
انہیں سنگریزوں میں یوں نہ گن، مرے ساقیا مری بات سن
یہ ستارے چن کے میں لایا ہوں، کسی کہکشاں سے اتار کر
مرا قافلہ ہے بٹا ہوا، ترے راستے سے ہٹا ہوا
اسے پھر سے سلکِ یقین دے، اسے پھر سے آئینہ دار کر
یہ درخت جو سرراہ ہے، کئی قافلوں کا گواہ ہے
ابھی اس کے پتوں پر گرد ہے، ذرا دیکھ اس کو نکھار کر
درِ مصطفیٰ ہے یہ بے خبر، کہاں دیکھتا ہے ادھر ادھر
وہ جو اشک جوڑے تھے عمر بھر، اس واسطے تھے، نثار کر
یہ جو تیرے ہونٹوں پہ نعت ہے، یہ بڑے نصیب کی بات ہے
اسے عرض کرنا خیال سے، اسے پیش کرنا سنوار کر
یہ جو عاشقی کا ہے سلسلہ، یہ جو جا رہا ہے سوئے حرا
یہی راستہ ہے حیات کا، اسے دیکھ بھال کے پار کر
وہاں ہوں گے سارے جدا جدا، تجھے کون پوچھے گا امجدؔا
نظر آئیں جیسے ہی مصطفیٰ، وہیں بیٹھ جانا پکار کر

محمد حنیف نازش قادری

نعت شریف

درود پڑھ حضورؐ پر اے ہم نفس درود پڑھ
نہ کر تو اس معاملے میں پیش و پس درود پڑھ

غم و الم کا ٹوٹ جائے گا قفس، درود پڑھ
گھٹا مسرتوں کی جائے گی برس، درود پڑھ

تو ایک بار لائے گا درود اگر زبان پر
تو رحمتیں خدا کرے گا تجھ پہ دس، درود پڑھ

وظائف اور بھی بہت ہیں قیمتی سے قیمتی
مفید سب سے ہے عمل یہی کہ بس درود پڑھ

لگیں گے دل کی کیاریوں میں بختوں کے پھول پھل
اکھاڑ پھینک غفلتوں کے خار و خس درود پڑھ

مٹھاس میں بدلنا چاہتا تھا تلخ ذائقہ
زبان حال سے یہ کہہ گئی مگس، درود پڑھ

کریں گے مصطفیٰؐ ترا تخیل آپ مستقیم
تجھے خیال پر نہیں جو دسترس درود پڑھ

ملول مت ہو نازش حزیں کسی بھی حال میں
گیا ہے ناگ رنج کا تجھے جو ڈس، درود پڑھ

☆☆☆

رفیع الدین ذکی قریشی

نعت شریف

مجھ پہ بھی اک نگاہِ کرم یا نبیؐ
ڈس رہا ہے دل و جاں کو غم یا نبیؐ

آپؐ کے نور سے ظلمتوں میں ہوئی
روشنی از عرب تا عجم یا نبیؐ

ہر دو عالم میں اک نور مینار ہے
آپ کی ذات والا حشم یا نبی!

حسن سیرت کی ہے چار سو روشنی
آپ ٹھہرے جمیل الشیم یا نبیؐ

آپ کا امتی ہوں یہی ہے بہت
جس سے قائم ہے میرا بھرم یا نبیؐ

آپ کا ذکر ہے حاصل زندگی
آپ کی یاد سے دم میں دم یا نبیؐ!

دھڑکنوں کی زباں پر ہے صل علیٰ
دل کے اوراق پر ہے رقم یا نبیؐ!

میری جھولی مرادوں سے بھر دیجئے
در پہ آیا ہوں با چشم نم یا نبیؐ!

چشم الطاف کا منتظر ہے ذکیؔ
تاکہ ہوں دور رنج و الم یا نبیؐ!

☆☆☆

ڈاکٹر ریاض مجید (فیصل آباد)

نعت شریف

خاک فرشِ صحن حرم تیری آسماں میں جگہ
ریگ راہ شہر نبیؐ کی ہے کہکشاں میں جگہ

میری شاہ رگ پہ قدم رکھ کے شاہِ نورؐ گزر
تیرے نقش پائے مبارک کی لوحِ جاں میں جگہ

خواب زیست، کاش مرا پورا ایک ہو یہ شہاؐ
مجھ کو بخش، شاہِ حرم! اپنے سائلاں میں جگہ

جس دن خلق سوختہ سر ہو گی اور سوختہ جاں
اس دن کاش ہم کو ملے تیرے سائباں میں جگہ

ہیں دن رات ہم سے کئی بے گھر لوگ طیبہ رواں
کرا اے شاہؐ! سب کو عطا اپنے آستاں میں جگہ

تیراؐ عہد خیر نما ہوتا کاش بخت مرا
ملتی کاش مجھ کو ترے دورِ شادماں میں جگہ

نقش ذات، معرفت حب شاہؐ جب سے ہوئی
بہر دہر کچھ نہ بچی، قلب نعت خواں میں جگہ

چپ ہیں ہونٹ جان کرے ہر پل وردِ صل علیٰ
کوئی ذکر پا ہی نہیں سکتا اور جاں میں جگہ

شہر لطف شہر تراؐ! اہل شہر، اہل کرم!
پائیں دہر بھر کے گدا، قلب میزباں میں جگہ

اب تا عمر روحِ ریاضؔ اس کے ساتھ ساتھ رہے
مولاؐ! شکر پائی ترےؐ گردِ کارواں میں جگہ

☆☆☆

ریاض حسین چودھری (سیالکوٹ)

نعت شریف

ازل سے ہوں مدینے کی گلی کوچوں کا شیدائی
جوارِ گنبد خضرا کی بارش کا تمنائی

ہوائیں خود چراغ آرزو آ کر جلاتی ہیں
ستاروں سے بھری رہتی ہے میری شام تنہائی

اجالا ہی اجالا ہے قلم کے لالہ زاروں میں
مرے حصے میں کب آئی ہے شہر شب کی رسوائی

بنایا ہے مجھے اپنے نبیؐ کا نعت گو تو نے
مرے حرف ثنا کو بھی عطا کرنا پذیرائی

ضمیر حرف مدحت میں چراغاں ہی چراغاں ہے
ہے قرطاس و قلم کی آبرو لفظوں کی رعنائی

میں اپنی خوش نصیبی کی بلائیں لیتا رہتا ہوں
مری انگلی پکڑ کر روشنی طیبہ میں لے آئی

تری رحمت نے میری آبخوروں میں رکھی شبنم
گھٹا تیرے کرم کی پھول برساتے ہوئے آئی

مہذب ساعتیں ان کی جبلت میں رہیں زندہ
مرے بچوں میں ہو تقسیم دانائی ہی دانائی

کبھی ہو زر سر پرستی کے نوں سے زندگی غافل
مسائل کے سمندر میں ہے گہرائی ہی گہرائی

خدا رکھے مرے ہر آئینے کو خاک طیبہ میں
کہ دھندلانے لگی ہے چشم تر کی آج بینائی

سرِ محفل، ہر اک امت، شفاعت کی طلب لے کر
انہی کے سائبان عافیت میں ہے چلی آئی

مرے اعزاز نسبت میں ہزاروں رنگ شامل ہیں
سگان کوئے طیبہ سے بھی گہری ہے شناسائی

حضورؐ، اولادِ آدم کو ملے موسم کی شادابی
سکونِ قلب کی بجتی رہے آنگن میں شہنائی

مجھے اتنے ملے لعل و جواہر، بھر گیا دامن
درِ اقدس پہ کب ہے التجا شاعر نے دہرائی

سدا ہے انخلا کا حکم امت کو جزیروں سے
غلاموں کے مقدر میں ہے پسپائی سی پسپائی

حصار آہنی بننے کا جاری حکم نامہ
حضورؐ، آہن گری کب سے میرا پیشہ ہے آبائی

اندھیرے ہی اندھیرے ہیں مسلط چشمِ حیرت پر
مقفل ہو چکی ہے بند غاروں میں توانائی

سوائے آپؐ کے آقاؐ، کوئی مرہم نہیں رکھتا
سوائے آپؐ کے کرتا نہیں کوئی مسیحائی

میں کن ہاتھوں سے اپنا منہ چھپاؤں گا سرِ محفل
مرے جرمِ ضعیفی کا زمانہ ہے تماشائی

مبارکباد دو مجھ کو کہ میں نے نعت لکھی ہے
قلم کو آج بھی پوشاک خوشبو نے ہے پہنائی

حروفِ التجا میں نے صبا کے ہاتھ پر لکھے
ریاضؔ بے نوا ہے آپؐ کی گلیوں کا سودائی

☆☆☆

کوثر علی (فیصل آباد)

نعت شریف

ہر لفظ نعت مثل گہر ہے لگا ہوا
مضموں کو جبرائیلؑ کا پر ہے لگا ہوا

حب نبیؐ کی آب و ہوا کا کرم ہے یہ
نخل دعا پہ کتنا ثمر ہے لگا ہوا

سر ہے جھکا ہوا شہؐ طیبہ کے سامنے
یا آسمان سے مرا سر ہے لگا ہوا

لائق ہوں بارگاہِ نبوتؐ کے یا نہیں
جاتا ہوں اور دل کو یہ ڈر ہے لگا ہوا

میلاد مصطفیٰؐ کی ہے محفل سجی ہوئی
اک مجمع نور کا مرے گھر ہے لگا ہوا

کیا حسن رتجگوں میں ہے یادِ حضورؐ سے
ہے چشم گریہ یا گل تر ہے لگا ہوا

کوثر درِ حضورؐ پہ جب چاہوں جا پڑوں
طیبہ کی سمت دل میں ہی در ہے لگا ہوا

☆☆☆

شوکت ہاشمی

نعت شریف

یہ سماں ہے صبح طیبہ کا سماں، آہستہ بول
اے وفورِ شوق! اے جذب رواں، آہستہ بول
میرے ان کے درمیاں حرف سخن کچھ اور ہے
اے زمانے میرے ان کے درمیاں، آہستہ بول
بولنا چاہوں اگر میں اپنے آقا کے حضور
بول اٹھتا ہے مرا دردِ نہاں، آہستہ بول
ان کو بے حرف و صدا بھی پیش کرتے ہیں سلام
کیا زمیں کیا آسماں کیا انس و جاں آہستہ بول
اے غلام مصطفیؐ یہ ہے مقام مصطفیؐ
آپ محو استراحت ہیں یہاں، آہستہ بول
عشق میں بھی حرمت شوق فراواں چاہیے
تو کہاں شوکت، ترے آقاؐ کہاں، آہستہ بول

☆☆☆

عباس تابش

نعت شریف

حضوری اور متاعِ چشمِ تر الحمدللہ
کھلا مجھ پر درِ خیرالبشر الحمدللہ

فرشتے نخلِ مدحت کی ہلائیں جب بھی شاخیں
مری جھولی میں گرتے ہیں ثمر الحمدللہ

نظر آنے لگا ہوں اور نظر آتا رہوں گا
مسلسل مجھ پہ ہے ان کی نظر الحمدللہ

غروبِ جاں کے منظر کی مجھے کیوں فکر ہو گی
میں دیکھ آیا ہوں بطحا کی سحر الحمدللہ

ارادہ نعت لکھنے کا کیا ہے جب بھی تابش
ہوتی ہے میری کوشش بارور الحمدللہ

☆☆☆

نورین طلعت عروبہ

نعت شریف

وہی عطر بیز خیال ہے وہی فکر شہر حبیب ہے
وہی نام صل علیٰ ہے جو رگ جان سے بھی قریب ہے

وہ جو مثل ابر ہے حبس میں، جو گھٹا کی شکل ہے دشت میں
جو اندھیری شب میں چراغ ہے، وہی روشنی کا نقیب ہے

انہیں آبلے نہ پکارنا، مرے زیر پا جو گہر سے ہیں
مرا شوق ہے مرا رہنما، مری حد وہ شہر مجیب ہے

مرے اشک اور برس پڑے، کیا شوق دید نے جب وضو
مری دھڑکنوں نے بتا دیا کہ دیار پاک قریب ہے

جہاں نور سجدہ جبیں پہ ہے، جو ارم کا حصہ زمیں پہ ہے
جہاں دل سراپا نیاز ہو، وہی ارض پاک حبیب ہے

☆☆☆

زاہد فخری

حمد و نعت

بجز رسول خدا کو کسی نے دیکھا نہیں
نبیؐ سے بڑھ کے تو کوئی تیرا شناسا نہیں

اگر یہ طے ہے کہ ملتا ہے تو وسیلے سے
تو پھر حضورؐ سے بہتر کوئی وسیلہ نہیں

جو حمد و نعت سے ملتا ہے تیرے بندوں کو
کسی کے ذکر سے ایسا سکون ملتا نہیں

تیرا حبیب ہے اور تو ہے اوّل و آخر
یہ راز سمجھا کسی نے، کسی نے سمجھا نہیں

کوئی مثال تیری ہے نہ شاہِ طیبہ کی
کوئی بھی ان سا نہیں ہے، کوئی بھی تجھ سا نہیں

درودِ پاک سے مہکا ہوا میرا دہن
ابھی تو نامِ خدا بھی لبوں پہ آیا نہیں

کہا خدا نے محمدؐ کو سونپ کر سب کچھ
میرے حبیب جو تیرا نہیں وہ میرا نہیں

خواجہ غلام قطب الدین فریدی

نعت شریف

بام و در سے لپٹ کے رو آئے　　یوں مدینے سے ہم بھی ہو آئے
عشق سے لے کے آئے درس ادب　　پھر کوئی ان کی دید کو آئے
کوئی لوٹا نہ نامراد ان سے　　در پہ آ جائے ان کے جو آئے
آنسوؤں نے وہ کام کر ڈالا　　فردِ عصیاں کے داغ دھو آئے
اللہ اللہ وہ نور کی بارش　　دل میں منظر وہ ہم سمو آئے

قطبؔ کا سر ہے اور وہ دہلیز
اب ذرا موت سے کہو آئے

☆☆☆

علامہ محمد شہزاد مجددی

نعت شریف

منگتے کا بھرم رکھنا سرکارؐ کی سنت ہے
سائل کی صدا سننا سرکارؐ کی سنت ہے

پرسش کے لیے جانا سرکارؐ کی سنت ہے
لاچار کے کام آنا سرکارؐ کی سنت ہے

تنہائی میں چھپ چھپ کے غیروں کیلئے رونا
اپنوں کے ستم سہنا سرکارؐ کی سنت ہے

مخلوق سے پیش آنا ہر حال میں شفقت سے
بندوں کا بھلا کرنا سرکارؐ کی سنت ہے

تعلیم شہؐ دیں ہے، تکریم بنی آدم
تعلیم کو پھیلانا سرکارؐ کی سنت ہے

شیطاں کا طریقہ ہے سفا کی وخوں ریزی
دشمن کو اَماں دینا سرکارؐ کی سنت ہے

مشکل ہو بھلے جتنی حالات ہوں کیسے ہی
حق بات سدا کہنا سرکارؐ کی سنت ہے

بیعت نہ کبھی کرنا فرعونِ زمانہ کی
ایمان پہ ڈٹ جانا سرکارؐ کی سنت ہے

کچھ وقت عبادت میں راتوں کو بسر کرنا
آرام بھی فرمانا سرکارؐ کی سنت ہے

جس ذات نے بخشی ہیں شہزاد ہمیں سانسیں
اس ذات کا دم بھرنا سرکارؐ کی سنت ہے

☆☆☆

اشرف جاوید

نعت شریف

لطف تیرا ہے، کرم تیرا ہے، عنایت تیری
ہم غریبوں کو میسر ہے محبت تیری

پرکشاں رہتا ہے قرآن سرحل نظر
چشم ادراک میں لو دیتی ہے صورت تیری

رخت جاں باندھ کے بیٹھا ہوں سرراہ حیات
کیا کروں دل کا! اگر چاہے اجازت تیری

مجھ سے بڑھ کر ہے زمانے میں گنہ گار کوئی
مجھ سے بڑھ کر کسے درکار شفاعت تیری

میرے آبا، مری اولاد، مرے دوست احباب
حشر تک ان پہ رہے چادر رحمت تیری

تو نے بندوں کی خدائی سے دلائی ہے نجات
رہ دکھاتی ہے غلاموں کو فراست تیری

دونوں عالم میں جو رائج ہے وہ سکہ تیرا
دونوں عالم میں جو قائم ہے حکومت تیری

عبدالرحمٰن عابد

نعتیہ نظم

علم و ہنر ہے ، قلب و نظر ہے ، رحمتِ عدم ہے ، اسمِ محمدؐ
حسنِ بلاغت ،رنگِ فصاحت ، شانِ قلم ہے ، اسمِ محمدؐ
رنج و محن میں ، درد و الم میں ،ظلم و ستم میں ، عالمِ غم میں
دشتِ بلا میں رُستِ وغا میں ، دستِ کرم ہے ، اسمِ محمدؐ
سرو وسمن میں، صحن چمن میں ،کوہ و دمن میں ، روح و بدن میں
صورتِ گل ہے ، بہجتِ جاں ہے ، رشکِ ارم ہے ، اسمِ محمدؐ
کس کی یتیمی سایہ فگن ہے ، صبحِ ازل سے نوعِ بشر پر
کس کے لہو کی تابانی سے بختِ رسا کا باب رقم ہے
کس کے اشارے وردِ بدن ہیں، کس کے قرینے نزہتِ جاں ہیں
دیدۂ نم کا کون ہے کعبہ ، قلبِ حزیں کا کون حرم ہے
کس کا سخن ہے وحیی یوحیٰ کس کا تکلم نطقِ الٰہی
کس کی جبیں ہے فرشِ زمیں پر ،عرشِ بریں پر کس کا قدم ہے
شعر و سخن کیا کم نظری ہے ، فکر رسا کیا کج فہمی ہے
پھر بھی اے آقاؐ میں ہوں ثنا خواں ، تیری ثنا سے میرا بھرم ہے

صادق جمیل

نعت شریف

جب ان کے حسن کی تقریبِ رونمائی ہوئی
تو کائنات کے آنگن میں روشنائی ہو

کتابِ قدس میں ان کا جمال دیکھا ہے
میں بات کرتا نہیں ہوں سنی سنائی ہوئی

جو ان کے ہجر میں دھندلا گئی تھی گریہ سے
پھر اس نظر کی بڑی دور تک رسائی ہوئی

غمِ جہاں تھا کہاں جان چھوڑنے والا
کرم سے آپؐ کے ممکن مری رہائی ہوئی

میں بے عمل تھا مگر نعت گو تھا آقاؐ کا
بروزِ حشر مددگار یہ کمائی ہوئی

جمیلؔ آپؐ کی ممنون ہے یہ خلقِ خدا
طفیل آپؐ کے خالق سے آشنائی ہوئی

☆☆☆

واجد امیر

نعت شریف

مستند جس نے بھی کرنی ہو عقیدت اپنی
باب جبریل پہ رکھ آئے فضیلت اپنی

نعت ہو جائے جو توفیق خداوندی سے
اپنی ہی نظروں میں بڑھ جاتی ہے وقعت اپنی

پاؤں اکھڑے نہ کبھی آپ کے پسپائی میں
فتح کر کے بھی دکھائی نہیں سطوت اپنی

سنگ ریزے لب گویا نہیں رکھتے لیکن
آپ کہہ دیں تو بدل لیتے ہیں فطرت اپنی

قتل کرنے کوئی نکلے تو وہ فاروق بنے
ہے در شاہ در عالم کی روایت اپنی

دوست دشمن سبھی اب سائے میں آ بیٹھے ہیں
تان دی آپ نے جو چادر رحمت اپنی

جب قدم بڑھ گئے سدرا سے بھی آگے ان کے
ہفت افلاک کو کم پڑ گئی وسعت اپنی

مدح سرکار کہاں اور کہاں تو واجد
دیکھ آئینے میں جا کر ذرا صورت اپنی

☆☆☆

صبیح رحمانی

نعت شریف

ختم ہونے ہی کو ہے دربدری کا موسم
جلد دیکھوں گا میں شہر نبویؐ کا موسم

فرش پر عرش کے حالات سنائے ہم کو
ان کے آنے سے گیا بے خبری کا موسم

آپؐ نے آ کے بتائے ہیں بصیرت کے رموز
آپؐ سے سب کو ملا خوش نگہی کا موسم

ان کی نسبت سے دعاؤں کا شجر سبز ہوا
ورنہ مٹتا ہی نہ تھا بے ثمری کا موسم

گنبد سبز کو چوما تو نظر نے پایا
حق شناسی کا ثمر دیدہ وری کا موسم

تنگ دامانی پہ شرمندہ ہوں اپنی ہی صبیحؔ
دین میں ان کی کہاں ورنہ کمی کا موسم

☆☆☆

نجمہ یاسمین یوسف

نعت شریف

کہکشاں دھول گرد سفر روشنی
میرے رہبر کی ہر رہ گزر روشنی

روبرو ہو جو عشق نبی کریم
دیں گے کیا مہر و مہ، سیم و زر روشنی

مشعل راہ صرف آپؐ کی ذات ہے
آپؐ کا رخ جدھر ہے اُدھر روشنی

ساری دنیا میں ہے روشنی آپؐ سے
آپؐ نورِ خدا، سر بسر روشنی

نور یزداں سے شیرازہ بندی ہوئی
آپؐ سے بن گئی ہر نظر روشنی

ظلمت شب میں گم ہو کے رہ جاتے ہم
بخشتے وہ نہ ہم کو اگر روشنی

لوح محفوظ پر ہے ازل سے لکھی
تا ابد نعت خیرالبشر روشنی

ذکر احمدؐ میں ہے منہمک یاسمین
جس طرح سے صدف میں گہر روشنی

☆☆☆

ڈاکٹر خالد عباس الاسدی (مدینہ منورہ)

نعت شریف

مری نظر میں چراغوں کا سلسلہ تجھ سے
ہے دل میں قعر درخشاں کی انتہا تجھ سے
مرے کریم، تری جستجو میں گرم سفر
ہے کاروانِ دل و جاں کا راستہ تجھ سے
کسی بھی موسم ہجرت میں اک تواتر سے
بحال اشکوں نے رکھا ہے رابطہ تجھ سے
حصارِ غم میں ارادوں کی ٹوٹ پھوٹ کے وقت
شکستی کو بھی ملتا ہے حوصلہ تجھ سے
ترا ہی نقش کف پا ہے منزل خالدؔ!
رہِ وفا کا ہے منسوب قافلہ تجھ سے

☆☆☆

غضنفر جاوید چشتی

نعت شریف

زہے مقدر کرم نوازی وہ دیدہ و دِل میں ڈھل رہے ہیں
ہمارے شام و سحر کے پہلے جو سلسلے تھے بدل رہے ہیں

ہے نبض کونین میں حرارت انہی کے دم سے انہی کا صدقہ
ہماری معراج زندگی ہے ہم اُن کے ٹکڑوں پہ پل رہے ہیں

ہیں اشک آنکھوں میں ٹھہرے ٹھہرے لبوں پہ آہیں دبی دبی سی
بڑے ادب سے حریم دل میں یہ کس کے ارماں مچل رہے ہیں

انہی کی مدحت کی چاندنی سے شب الم کا مٹے اندھیرا
انہی کے صدقے مرے دنوں کے اداس منظر بدل رہے ہیں

انہی کی یادوں کا سبز جھونکا اجاڑ جذبوں کا ہے مسیحا
کھلے ہیں تازہ گلاب دِل میں چراغ آنکھوں کے جل رہے ہیں

میں ان کی جانب رواں دواں ہوں غم دو عالم کا خوف کیا ہے
کھٹک رہے تھے جو میرے دل میں تمام کانٹے نکل رہے ہیں

مرا تشخص ہو کیوں نہ جاوؔید سخن طراز حضورؐ والا
وہ میری جانِ غزل ہیں اب بھی وہ میری جانِ غزل رہے ہیں

ڈاکٹر یٰسین قمر

نعت شریف

نہ انحطاط فکر ہے نہ فہم کا فشار ہے
اگر رسول مجتبیٰؐ سے ربط پائیدار ہے
مجال ہے کہ تیرگی ہو ریگ فکر و فہم میں
ریاض جاں میں ضوفشاں عرب کا ریگزار ہے
ورق ورق درود خواں ہوا کتاب زیست کا
کرم حبیب ذوالمننؐ کا مجھ پہ بے شمار ہے
نبیؐ کے در پہ شاد کام و شاد باد و کامراں
جو کوئی تشنہ کام ہے جو کوئی دل فگار ہے
متاع حرف بھی نہیں ہے کاسۂ خیال میں
زمین دل میں مدحتوں کی پھر بھی اک بہار ہے
افق افق حیات کا ہے مستنیر و تابناک
جس آن سے خیال پر درود کا حصار ہے
ولاشعور ولاشعور میں ہے جب سے آپؐ کی
بڑی ہی مطمئن قمر یہ عمر مستعار ہے

جمشید چشتی

نعت شریف

مانا کہ ہے پیغام رساں موجِ ہوا
پہنچا دے مرا خط بھی وہاں موجِ ہوا

لے جائے مجھے بھی تو مدینے کی طرف
میں تنکا ہوں اور آبِ رواں موج ہوا

میں خاک کے مانند لپٹ جاؤں گا
آئے جو مدینے سے یہاں موج ہوا

اس شہر پرانوار میں آتی ہے نظر
رکھتی نہیں گو طبل و نشاں موج ہوا

کیوں نعت مؤثر نہ ہو چشم نم سے
تالاب کہاں اور کہاں موج ہوا

وہ شمع جو روشن ہو بنام سرکارؐ
کر سکتی ہے گل اس کو کہاں موج ہوا

جب کرتے ہیں سرکارؐ کی باتیں مل کر
بن جاتی ہے پھولوں کی زباں موج ہوا

جمشیدؔ ذرا نعت سرا ہو تو سہی
اِک پل میں بدل دے گی سماں موج ہوا

☆☆☆

شاہد ماکلی

نعت شریف

اندھیری رات میں نور حرا کے ہوتے ہوئے
بھٹک رہا ہوں ترے نقش پا کے ہوتے ہوئے

کبھی نہ آپؐ کی سیرت سے کسب فیض کیا
میں راہ بھول گیا رہنما کے ہوتے ہوئے

مرے وجود میں خوابوں کی راکھ اڑتی ہے
گلاب سوکھ گئے ہیں گھٹا کے ہوتے ہوئے

نہ جانے کیسی رکاوٹ کا سامنا ہے مجھے
سفر ادھورے پڑے ہیں دعا کے ہوتے ہوئے

سروں پہ دھوپ ہے قدموں تلے ہے ریگ رواں
شکستہ حال ہیں ارض و سما کے ہوتے ہوئے

مہیب سائے مسلط ہیں سرحد جاں پر
ہم ان سے خوفزدہ ہیں خدا کے ہوتے ہوئے

شکیل جاذب

نعت شریف

عزوشرف کا قریۂ عجز آثار مدینہ ہے
نام و نسب کی دیواروں کے پار مدینہ ہے
آج بھی آپؐ کے حسن عمل کا قرض ہے دنیا پر
آج بھی عدل و احساں کا معیار مدینہ ہے
آپؐ کے لمس کی برکت سے توقیر ہوئی اِس کی!
دنیا کے سب شہروں کا سردار مدینہ ہے
اِس کی ہوا میں آپؐ کی اطہر سانسیں شامل ہیں
باغِ ارم کے پھولوں کی مہکار مدینہ ہے
ایک قطار میں شاہ و گدا ہیں رحمت موج میں ہے
خیر ہی خیر ہے جس جا وہ دربار مدینہ ہے
جس کا ہر گل چمنستاں ہے رشد و ہدایت کا!
رحمتِ حق کا جاذبؔ وہ گلزار مدینہ ہے

☆☆☆

ناصر بشیر

نعت شریف

میں سائبانِ خیال نبیؐ میں رہتا ہوں
اسی لیے بہت آسودگی میں رہتا ہوں

قیام ہو کہ سفر حاضری میں رہتا ہوں
ہمیشہ خدمتِ سرکارؐ ہی میں رہتا ہوں

مدینے کی طرف احباب جاتے ہیں جس دم
میں اس گھڑی تو بہت بے کلی میں رہتا ہوں

اک احتیاط مرے ساتھ ساتھ چلتی ہے
مجھے یہ لگتا ہے انؐ کی گلی میں رہتا ہوں

میں پڑھتا رہتا ہوں نعتیں حفیظ تائبؒ کی
شبِ فراق ہے اور روشنی میں رہتا ہوں

میں ایک شعر بھی جب نعت کا کہوں ناصرؔ
بہت دنوں تک اک سرخوشی میں رہتا ہوں

☆☆☆

پروفیسر محمد ریاض احمد شیخ

نعت شریف

مدحت شاہ کے معیار پہ ٹھہرے جا کر
آنکھ حسانؓ کے اشعار پہ ٹھہرے جا کر

کیوں کسی اور کے دربار پہ ٹھہرے جا کر؟
جو نظر روضۂ سرکارؐ پہ ٹھہرے جا کر

کر رہا ہوتا ہوں قرآں کی تلاوت تو خیال
آپؐ ہی کے رخِ انوار پہ ٹھہرے جا کر

دل کو خواہش ہے کہ گلگشتِ جہاں سے نکلے
دشت طیبہ کے کسی خار پہ ٹھہرے جا کر

اس کی معراج یہی ہے کہ جبینِ حکمت
آستان شہؐ ابرار پہ ٹھہرے جا کر

طائرِ روح کا مسکن ہے ریاضؔ احمدؐ
کیسے اغیار کے اشجار پہ ٹھہرے جا کر

☆☆☆

ارشد شاہین

نعت شریف

ذکر سرکار مرا جب سے حوالہ ہوا ہے
میرے اطراف عجب نور کا ہالہ ہوا ہے
نور سے ان کے ستاروں نے ضیا پائی ہے
ان کے پرتو سے حسیں تر گل لالہ ہوا ہے
تاجداروں نے قدم اس کے لیے ہیں بڑھ کے
جو بھی دنیا میں غلام شہ والا ہوا ہے
اور سے اور ہوئے جاتے ہیں جذبات مرے
مدح آقا میں قلم جب سے سنبھالا ہوا ہے
سر بہ سر فیض ہے یہ ان کی ثنا خوانی کا
دل جو پتھر تھا مرا، روئی کا گالا ہوا ہے
میں کہاں اور کہاں نعت پیمبر ارشد
ان کی رحمت نے میرا نطق اجالا ہوا ہے

☆☆☆

رحمٰن فارس

نعت شریف

یہ راز مجھ پہ اچانک کھلا مدینے میں
کہ بے اثر نہیں جاتی دعا مدینے میں

مرا جواب مدینہ تھا جب سوال ہوا
کہ تجھ کو خلد میں رہنا ہے یا مدینے میں

پکارتی ہے مجھے رحمتوں بھری آغوش
کہ عافیت کی طلب ہے تو آ مدینے میں

تمام دہر کے گل ہائے سرخ ماند پڑے
اک ایسا غنچۂ خضرا کھلا مدینے میں

میں تیرہ بخت وہاں جا کے بھی پلٹ آیا
نصیبوں والا تھا دل، رہ گیا مدینے میں

☆☆☆

ثاقب عرفانی

نعت شریف

آرزو میری چڑھی پروان پہلی مرتبہ
حاضری کو جب ملا فرمان پہلی مرتبہ

کہکشاں نے جھک کے میرے پاؤں کے بوسے لیے
جب چلا میں جانب فاران پہلی مرتبہ

ہو گئی سر سبز کشت آرزو میری کہ جب
گنبد خضرا کی دیکھی شان پہلی مرتبہ

دامن کوہ صفا میں حوض کوثر کی نظیر
میں نے دیکھا چشمہ فیضان پہلی مرتبہ

نور کی برسات دیکھی میں نے کوہ نور پر
جس جگہ نازل ہوا قرآن پہلی مرتبہ

بارگاہ عشق و مستی میں نظر آیا مجھے
اپنے اندر اک نیا انسان پہلی مرتبہ

اضطراب دل نے بالآخر حرم میں لی پناہ
روح نے پایا ہے اطمینان پہلی مرتبہ

دیر تک ثاقبؔ نہ آیا اپنی آنکھوں پر یقیں
اس نگر میں جب ہوا مہمان پہلی مرتبہ

☆☆☆

سلطان محمود

نعت شریف

سبھی دل میں جلاؤ، مشورہ ہے عقیدت کا الاؤ، مشورہ ہے
شبِ معراج ہے یہ اے ستارو! زیادہ جگمگاؤ، مشورہ ہے
وہ جن کی زندگی ہو ٹھہری ٹھہری انہیں زم زم پلاؤ، مشورہ ہے
جو ہو توفیق اوروں کو بھی بھیجو مدینے خود بھی جاؤ، مشورہ ہے
نوالے نور کے دیتے ہیں آقاؐ انہیں کے در سے کھاؤ، مشورہ ہے
نبیؐ کے عاشقو دنیا کی باتیں نہ تم دل پر لگاؤ، مشورہ ہے
انہی کے در پہ تم سلطانؔ اپنا
مقدر آزماؤ مشورہ ہے

☆☆☆

حماد نیازی

نعت شریف

مرے حرف حرف کی آبرو تری آرزو ترا عشق ہے
مری داستاں ہے فقط یہی مری جستجو ترا عشق ہے

یہ جو ہست و بود کی بحث میں ترا نام ہے سو دوام ہے
جسے تھام کر مرے نخل جاں کو ملی نمو، ترا عشق ہے

مرے لامکاں سے مکاں تلک جو طلسم ہے، ترا اسم ہے
یہ جو ہو رہی ہے چراغ سے مری گفتگو، ترا عشق ہے

غم زندگی میں رواں دواں جو شعور ہے، ترا نور ہے
یہ جو روشنی کا ہجوم ہے مرے چار سو، ترا عشق ہے

لب تشنگاں سے چھلک رہی یہ جو پیاس ہے، تری آس ہے
یہ جو رنگ و نور سے کر رہا ہے کوئی وضو، ترا عشق ہے

ترے سامنے شب قدر سجدہ نشین ہے، یہ یقین ہے
وہاں آفتاب ہے سرنگوں جہاں روبرو ترا عشق ہے

☆☆☆

سرور حسین نقشبندی

نعت شریف

درود و ذکر کا موسم، خدا نصیب کرے
ثنائے خواجۂ عالم، خدا نصیب کرے

انہی کی یاد کا روغن، انہی کی دید کی لو
دل و نگاہ کو پیہم، خدا نصیب کرے

نفس کے ساز پہ ہو نغمۂ درود رواں
اسی خیال کی سرگم، خدا نصیب کرے

دوام پائے میری زندگی بوقت نزع
نبی کی نعت جو اس دم، خدا نصیب کرے

یہ آرزو ہے کہ ان کی ثنا سے پہلے مجھے
شعور عظمت آدم، خدا نصیب کرے

انہی کے نام پہ تازہ رہیں میری آنکھیں
انہی کے ذکر کی شبنم، خدا نصیب کرے

نبیؐ کے ذکر کی محفل یونہی رہے آباد
یہ ہمدمی ہمیں دم دم، خدا نصیب کرے

میں چاہتا ہوں کہ لاہور میں مجھے سرور
نبی کے شہر کا موسم، خدا نصیب کرے

☆☆☆☆

شاہد ماکلی

درخشانی

(نعتیہ قصیدہ)

زوروں پہ ہے طغیانی لو دے اٹھی حیرانی
رت آئی ہے بارانی رس بس گیا نس نس میں
جھلمل سی ہے رم جھم میں اک نشہ وجدانی
بوندوں میں ہے تابانی کس عالم امکاں میں
بہتات ہے رنگوں کی لے آئی ہے تابانی
جلووٴں کی فراوانی منظر بھی ہیں ان دیکھے
انفاس میں خوشبو ہے راہیں بھی ہیں انجانی
احساس میں جولانی تجسیم کروں کیسے
اچھا ہے کہ رت بدلی منظر کی درخشانی
کچھ کم ہوئی ویرانی منظوم کروں کیسے
کچھ دور ہوئی آخر اندر کی یہ حیرانی
ماحول کی یکسانی مجموع کروں کیسے
روشن ہوئیں قندیلیں اوراق پریشانی
چھانے لگی تابانی اک پھول کھلا دل میں
کھل اٹھی ہیں تمثیلیں رنگت میں ہے لاثانی

اس پھول کی صدیوں تک   گر جائیں گے سجدے میں
مہکار نہیں جانی   انکار کے زندانی
کب دیکھیے کھلتی ہے   بہہ جائے گی آنکھوں سے
مجھ پر مری حیرانی   تکفیر کی طغیانی
کیا رنگ دکھائی ہے   تہذیب کے ماتھے سے
اندر کی گل افشانی   پھوٹے گی درخشانی

....

صحرائی و میدانی   اے مظہر سبحانی
اعرابی و نصرانی   اے جلوۂ ربانی
عکاظ کے میلے میں   سب آپؐ پہ ظاہر ہے
لوگ آئے ہیں سیلانی   کیفیت پنہانی
اشیاء کی گرانی ہے   دل چیر کے دکھلاؤ
انسان کی ارزانی   کیا اپنی پریشانی
اندر تو اندھیرا ہے   ہے قصد قصیدے کا
باہر ہے درخشانی   اور شوق ثنا خوانی
اطراف میں رونق ہے   پر لاؤں کہاں سے میں
مرکز میں ہے ویرانی   وہ رفعت ایمانی
آئیں گے ابھی آقاؐ   وہ کعبؓ کا صدق دل
آ جائے گی تابانی   وہ جذبۂ حسانی
چھٹ جائے گی تاریکی   وہ لہجۂ بوصیریؒ
چھپ جائے گی عریانی   محسنؒ کی خوش الحانی

تائبؒ کا وہ سوز دل
خالد کی نم افشانی
اے نور مہ بطحا
اے نیر فارانی
کھول اپنے ثنا خواں پر
اسرار ثنا خوانی

....

اے عالم وجدانی
اے حالت حیرانی
سامان سفر میرا
اک بے سر و سامانی
ایا اشک ندامت ہے
یا سخت پشیمانی
کچھ کام کب آیا ہے
یاں زعم زباں دانی
زور سخن آرائی
اسلوب غزل خوانی
دے ساتھ مرا تو ہی
اے میری پشیمانی
اے عجز گدایانہ
اے حالت ایمانی

میں گم تھا خیالوں میں
افزوں تھی پریشانی
جب ایک صدا آئی
اے طالب تابانی
لے جا تو حضور انؐ کے
گلہائے ثنا خوانی
آقاؐ نہیں دیکھیں گے
یہ بے سرو سامانی
رکھ پختہ یقیں دل میں
اے وہم کے زندانی
مدحت کی کوئی ساعت
بیکار نہیں جانی
بس دھیان رہے اتنا
دل میں نہ ہو بے دھیانی
جب سامنے ہوں آقاؐ
پلکیں نہیں جھپکانی

....

رت آئی ہے مستانی
رات آئی ہے وجدانی
انوار کی بارش ہے
ماحول ہے نورانی

امید کے حجرے میں
ہوں محو ثنا خوانی
ہے گرد مرے اس دم
اک ہالۂ نورانی
جاگ آج کی رات اے دل
چھوڑ آج تن آسانی
پھر عمر کے منظر پر
یہ رات نہیں آنی

....

اے غیرت برہانی
اے حیرت پنہانی
اس مصحف روشن کی
آیات ہیں فرقانی
ہر سطر ہے الہامی
ہر لفظ ہے وجدانی

گفتار ہے القائی
کردار ہے قرآنی
سرکارؐ کی سیرت ہے
سرمایۂ انسانی
سرکارؐ کے ہونے سے
ہونے میں ہے آسانی
وہ غایت ہر غایت
وہ آیت برہانی
عشق انؐ کا سکھاتا ہے
آداب ثنا خوانی
انفس کی نگہداری
آفاق کی نگرانی
اس در کی گدائی ہے
دراصل جہاں بانی
درویشی کی درویشی

ابوالامتیاز ع۔س۔ مسلم (دبئی)

زمیں تا سرِ عرشِ بریں

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا O (33-احزاب-56)

''بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے، نبیؐ (کریم صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت بھیجتے ہیں، اے اہلِ ایمان تم بھی (میری اور میرے فرشتوں کی متابعت میں) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت اور خوب (جیسا کہ حق ہے) سلام بھیجا کرو۔''

اُس ذاتِ عالی مرتبت و منزلت کے اَزلی و اَبدی اِعزاز و اِکرام کا کیا کہنا جس کو اُس کے خالق و مالک نے نہ صرف اپنی جانب سے رحمت و سلام کی لامتناہی سوغات کا مرکز قرار دیا، بلکہ اپنے فرشتوں اور تمام اہلِ ایمان پر بھی اُس کے لئے دُرود و سلام کی نذر واجب کر دی۔

نعت: رفعتِ ذکرِ رسول ﷺ

اللہ تعالیٰ نے اوّل البشر، (۱) افضل البشر، افضل الخلائق، خاتَم و خاتِم سلسلۂ انبیاءِ عُظام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ مبارک کو ایک ایسی یکتا رفعت بخشی ہے، جو اور کسی نبی کے حصے میں نہیں آئی۔ چنانچہ اپنے انعامات و عطایات کا ذکر کرتے ہوئے وہ اپنے نبی ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ O وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ O الَّذِىْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ O وَرَفَعْنَالَكَ ذِكْرَكَ O (94-الم نشرح-4/1)

''کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہیں کر دیا (اور اُسے معارِف و حقائق اور حکمت و رحمت سے نہیں بھر دیا) اور ہم نے آپ ﷺ پر سے وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی پشت توڑ رکھی تھی''۔ (یعنی کفار کی مخالفت اور رسالت کی ذمہ داریوں کا بار، تبلیغ کے باعث اتر گیا) اور ہم نے تمہارے لئے (نبوت و

رسالت کے ساتھ) تمہارا ذکر بلند کر دیا''۔

گویا اب سے کلمۂ طیبہ ہو، کلمۂ شہادت ہو یا اذان یا اور کوئی موقع، جب بھی اور جہاں بھی میرا ذکر ہوگا، میرا نام پکارا جائے گا، وہاں تمہارا ذکر بھی میرے ذکر کے ساتھ ہوگا اور تمہارا نام میرے نام کے ساتھ پکارا جائے گا۔'' (اُن کا کلام) تمام تر (میرا ہی کلام) وحی ہے، جو اُن پر نازل کی جاتی ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (53-نجم-۴)''

''اُن کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ط یَدُاللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ج

(48-فتح-10)''

اور جیسا کہ آیندہ سطور سے مزید وضاحت ہوگی، ''اُن کی اطاعت ہی میری اطاعت'' اور ''اُن کی محبت میری محبت ہوگی''۔

سبحان اللہ، اِس سے بڑھ کر مقامِ رفعت کا اور کیا تصور ہوگا۔

اور اگر غور کیا جائے اور خدا لگتی کہی جائے تو ذاتِ باری تعالیٰ خود آپ ﷺ کا ثنا خوان اور نعت گو ہے۔

یاد رہے شرحِ صدر کی یہ نعمت، باری تعالیٰ نے حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ازراہِ لطف و عطا اپنی جانب سے بلا طلب مرحمت فرمائی، جبکہ حضرت موسیٰؑ جیسے جلیل القدر نبی کو جو بنی اسرائیل کی قوم کے لئے مبعوث ہوئے تھے--- وہ بنی اسرائیل، جس پر اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اپنی نعمتوں کی بارش کر رکھی تھی بلکہ انہیں دنیا جہان پر ہر قسم کی فضیلت عطا فرمائی تھی:

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ O (2-البقرہ-47)

''اے بنی اسرائیل یاد کرو جب مَیں نے تم کو اپنی خاص نعمتیں (کتاب و ہدایت، مَنّ و سلویٰ، غلامیءِ فرعون سے نجات، ایک سرزمینِ وطن اور جاہ و سلطنت) بخشیں، اور (اپنے پیغام سے) تم کو تمام دنیا جہان پر فضیلت دی''۔

تو ایسی عظیم اور صاحبِ فضل و صاحبِ فضیلت قوم کے جلیل القدر نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرحِ صدر کی اِس نعمت کے لئے باری تعالیٰ سے بطورِ خاص عرض گزارنی پڑی:

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ O (20-طٰہٰ-25)

''اے رب میرے سینے کو (علوم و معارف سے) کشادہ کر دے''۔

وَ يَسِّرۡلِیۡۤ اَمۡرِیۡO(20-طٰہٰ-26):

''اور میرا کام آسان فرمادے''۔

وَاحۡلُلۡ عُقۡدَةً مِّنۡ لِّسَانِیۡ O(20-طٰہٰ-27):

''اور میری زبان کی گرہ کھول دے (لکنت دُور فرمادے)''۔

یَفۡقَهُوۡا قَوۡلِیۡ (20-طٰہٰ-28):

''تاکہ (لوگ) میری بات (اچھی طرح) سمجھ سکیں''۔

وَاجۡعَلۡ لِّیۡ وَزِيۡرًا مِّنۡ اَهۡلِیۡO(20-طٰہٰ-29):

''(اور اِس بارِ نبوت سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مَیں اکیلا ہوں، تو) میرے خاندان میں سے (میرے بھائی ہارون کو) میرا مددگار اور شریکِ کار بنادے''۔

ہر طرح سے لَیس ہوجانے کے باوجود جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے سامنے دعوت دینے کا حکم ہوتا ہے تو اُنہیں ایک خوف دامن گیر رہتا ہے اور وہ بار بار اپنے خدشات کی طرف توجہ دلا کر باری تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں کہ اے اللہ:

قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنۡ يَّفۡرُطَ عَلَيۡنَاۤ اَوۡ اَنۡ يَّطۡغٰىO (20-طٰہٰ-45)

''(موسیٰؑ اور ہارونؑ) نے کہا اے ہمارے رب ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ (فرعون اور اُس کی قوم) ہمارے ساتھ زیادتی کریں گے یا اور بھی حد سے گزر جائیں گے''۔

وَلَهُمۡ عَلَیَّ ذَنۡبٌ فَاَخَافُ اَنۡ يَّقۡتُلُوۡنِO(26-شعراء-14):

''اور میرے ذمے اُن کا ایک جُرم بھی ہے سو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل ہی کر ڈالیں گے''۔

یہاں حضرت موسیٰؑ اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں تقابل مقصود نہیں۔ نکتہ صرف یہ ہے کہ بنی اسرائیل دنیا کی افضل ترین قوم اور علم و فضل اور ہدایت و حکمت میں اقصائے عالم میں تمام نوعِ انسانیت سے اعلیٰ مقام پر فائز تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظمت و شان کا، جو ایسی باعظمت قوم پر مبعوث ہوئے تھے، تصور ہی کیا جاسکتا ہے۔ اِس کے باوجود حضرت موسیٰؑ کے سینے پر بوجھ ہے اور وہ نہ صرف شرحِ صدر کے طالب ہوتے ہیں بلکہ مزید یقین دہانیوں کا مطالبہ بھی کرتے ہیں۔ تب کہیں جا کر وہ اپنے منصب کی بجا آوری کی جانب قدم اٹھاتے ہیں۔ اِس کے برعکس رسولِ اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف یہ ہے کہ یہ اور دوسرے انعامات آپ ﷺ پر اللہ باری تعالیٰ کی طرف سے ازخود نازل ہوتے ہیں، اور یقین کی پختگی اور اعتماد کا یہ عالم ہے کہ اسے نعمتِ عُظمیٰ سمجھتے ہوئے تمام ذمہ داریوں کو بلا تامّل قبول فرما لیتے ہیں۔

پھر آپ ﷺ کے لئے فرمایا کہ:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ O

(3-آل عمران-164):

''بے شک آپ ﷺ کی بعثت مومنین پر اللہ کا احسانِ عظیم ہے کہ اُن میں اُنہیں میں سے ایک (جس کے حُسنِ اَخلاق اور صداقت کے وہ پوری طرح گواہ تھے) رسول بھیجا، جو اُنہیں اُس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، اُن کے (قلب ونظر کی) تطہیر کرتا ہے، انہیں کتاب وحِکمت کی تعلیم دیتا ہے---''

کبھی آپ کو رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ (21-انبیاء-107) کے منفرِد لقب سے یاد کیا جو کسی اور نبی ورسول کے حصے میں نہیں آیا، بلکہ خصوصی اہمیت (EMPHASIS) کے لئے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کی ترکیب استعمال فرمائی، یعنی ''ہم نے تجھے (کسی اور مقصد کے لئے نہیں بلکہ) تمام عالموں (یہ دنیا اور وہ دنیا، عالَمِ ناسُوت و عالَمِ لاھُوت اور اِن سمیت اور جتنے عوالم کائنات میں گردش کُناں ہیں، اور جِنّ و اِنس کی دنیا، مرئی اور غیر مرئی دنیائیں جن میں سے ہر ایک، الگ الگ عالَم ہے) کے لئے بطور رحمت بھیجا ہے''۔ یعنی آپ کی بعثت کا مقصدِ اُولیٰ صرف رحمتِ باری تعالیٰ ہے............ پیامِ رُشد وہدایت اور لطف وعاطفت ہے، اور دوسرے یہ نعمتِ عُظمیٰ آپ کی وساطت سے جملہ عالمینِ ارض وسما کے لئے ہے۔ کسی خاص قوم یا گروہ کے لئے مختص نہیں۔ اور تیسرے یہ کہ آپ کا چشمہ فیض محدود زمانے کے لئے نہیں۔ یہ تا قیامت جاری وساری رہے گا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

کبھی قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ' (5-المائدہ-15)

کہہ کر آپ کو سرچشمہءِ نورِ ہدایت قرار دیا، اور کبھی

شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًاO وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًاO

(33-احزاب-56-45) یعنی:

حاضرو ناظر گواہ

رشد و ہدایت اور بخشش کی خوشخبری دینے والا،

کج روی کی صورت میں اللہ کے عذاب سے متنبہ کرنے والا،

اللہ کے حکم سے اُس کی دعوت دینے والا اور

روشن چراغ --- کہہ کر آپ ﷺ کا تعارف کرایا۔

کبھی کہا کہ: لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌO

(9-توبہ-128)

''بے شک تمہارے پاس تمہیں میں سے وہ رسولِ (منتخب) تشریف لائے، (جو سراسر رحمت ہیں اور) جن (کے دل) پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں گزرتا ہے، (وہ) شدت سے تمہاری بھلائی چاہنے والے اور مومنین پر کمال رحمت اور شفقت کرنے والے ہیں''۔

کبھی مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ (4-نساء-11) کہہ کر آپ ﷺ کی اطاعت کو عین اپنی اطاعت قرار دیا۔

اور کبھی وَمَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (8-انفال-17) فرما کر، آپ ﷺ کے عمل کو اپنی طرف منسوب کر کے اُس کی صداقت کی اعلیٰ ترین سند عطا فرمائی۔

پھر قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ط (3-العمران-31) آپ ﷺ کی زبان سے کہلوا کر یہ خوشخبری دی کہ اگر تم اُن ﷺ سے محبت کرو گے تو اللہ (اِسے اتنا پسند کرے گا کہ) تم سے محبت کرنے لگے گا۔یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تمہیں اللہ کا محبوب بنا دے گی۔ نہ صرف یہ بلکہ اِسے لوگوں کی مغفرت کا وسیلہ بنا دیا۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡہِ الۡوَسِیۡلَۃَ O(5-مائدہ-35)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور (اُس کی (اطاعت و بندگی میں) اُس کا وسیلہ (قُرب) تلاش کرو''۔

یہ وسیلہ یا قُرب کیا ہے! ''حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا ہے میرے لئے خدا

تعالیٰ سے وسیلہ طلب کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! وسیلہ کیا؟ فرمایا، جنت میں بڑا درجہ ہے جو صرف ایک آدمی کو ملے گا۔ اور مجھ کو امید ہے کہ وہ آدمی مَیں ہوں''۔ ترمذی (حدیث 5488، بحوالہ ترجمہ مشکوٰۃ شریف، جلد 2، ص 355)

اور ہم ہر اذان یا نماز کے بعد نیز ہر موقع پر اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اللہ سے وسیلہ طلب کرتے ہیں:

''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاَعْطِہِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ O

اے اللہ! تُو رحمت نازل فرما سیدنا محمد ﷺ اور آلِ سیدنا محمد ﷺ پر اور اُن کو وسیلہ و فضیلت و بلند درجہ اَور مقامِ محمود پر فائز فرما جس کا تو نے اُن سے وعدہ فرمایا ہے، بیشک تُو وعدہ خلافی نہیں کرتا''۔

یہ وسیلہ، یہ قُرب ہی وہ مقامِ محمود ہے، جہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمائیں گے اور حضور ﷺ ہمیں یقین دلاتے ہیں کہ وہ سرورِ انبیاء ہیں۔ وہ سب سے پہلے اپنی اُمت کی شَفاعت کریں گے اور اُن کی یہ شفاعت قبول فرمائی جائے گی۔

''حضرت جابرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں رسولوں کا افسر و سردار ہوں گا (یعنی تمام رسول (قیامت میں یا جنت کے اندر داخل ہونے میں) میرے پیچھے پیچھے (ہوں گے) اور اس پر مجھ کو فخر نہیں ہے۔ اور میں انبیاءؑ کا ختم کرنے والا ہوں (یعنی نبوت مجھ پر ختم ہوگئی ہے) اور اس پر مجھ کو فخر نہیں ہے اور میں سب سے پہلا شخص ہوں جو استقامت کروں گا۔ اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور مجھے اس پر فخر نہیں۔ دارمی''۔
(حدیث 5485، ترجمہ مشکوٰۃ شریف، جلد 2، ص 354)

نعتِ رسول ﷺ اور باری تعالیٰ

گویا اللہ نے قرآنِ کریم میں جگہ جگہ آپ کی عالی مرتبیّت، رفعتِ درجات اور آپ کے الفاظ کو اپنے الفاظ اور آپ کے عمل کو اپنا عمل قرار دے کر جمیع خلائقِ کائنات پر آپ کی فضیلت و برتری کی مُہرِ تصدیق ثبت فرما دی۔

اس سے بڑھ کر اور کیسی اور کون سی نعت آپ ﷺ کی شانِ والا صفات میں کہی جا سکتی ہے!

عزّ و شرف دینے والی اللہ ہی کی ذاتِ ذوالجلال والا کرام ہے۔ اور تعریف و توصیف کرنے والی اور اپنے بندوں، فرشتوں اور جملہ مخلوقات سے بتاکید توصیف کرانے والی بھی وہی ذاتِ عُلا ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبۡعُ وَالۡاَرۡضُ وَمَنۡ فِيۡهِنَّ ؕ وَاِنۡ مِّنۡ شَىۡءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ وَلٰـكِنۡ لَّا تَفۡقَهُوۡنَ تَسۡبِيۡحَهُمۡ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيۡمًا غَفُوۡرًا ۝

(17-بنی اسرائیل-44)

''اُسی کی حمد بیان کرتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو (بھی) اُن میں موجود ہیں (انسان، جِنّ و مَلک، حیوان، جمادات و نباتات، آب و آتش، باد و باراں یعنی تمام مخلوقات خواہ زبان سے یا زبانِ حال سے)، اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اُس کی حمد کی تسبیح نہ کرتی ہو، البتہ تم اُن کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ بے شک وہ بڑا حلیم (وُبردبار) ہے، اور (تمہاری غفلتوں کے باوجود) مغفرت کرنے والا ہے''۔

چنانچہ کائنات کی ہر شے اور تمام مخلوقات اپنے اپنے انداز میں ہمہ دم اللہ کی تحمید و تمجید اور تہلیل و تکبیر میں مصروفِ تسبیح ہے۔

اپنی لامحدودیت و بے پایانی کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَوۡ اَنَّ مَا فِى الۡاَرۡضِ مِنۡ شَجَرَةٍ اَقۡلَامٌ وَّالۡبَحۡرُ يَمُدُّهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ سَبۡعَةُ اَبۡحُرٍ مَّا نَفِدَتۡ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ (31-لقمان-27):

''اور رُوئے زمین پر جتنے درخت ہیں اگر یہ (اور ہر درخت میں سے لکھو کھا) قلم بن جائیں، اور اِس سمندر کے علاوہ سات سمندر اَور جمع ہو جائیں (جو سب کے سب سیاہی بن جائیں) جب بھی اللہ کے کلماتِ (حمد کا بیان) ختم نہ ہو''۔

تو جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر، اللہ کے ذکر کے ساتھ مُتَّصِل ہو گیا، اور ذکرِ باری تعالیٰ ساری کائناتِ ارض و سماء کا وظیفہ ہے، اور اللہ نے جو آپ ﷺ پر ہمہ دم رحمت و سلام بھیجتا ہے، اور جس نے آپ ﷺ کے ذکر کو وہ رِفعت بخش دی ہے کہ آپ ﷺ کا ذکر، اللہ کے ذکر کے ساتھ ہوتا ہے، تو لازم آتا ہے کہ کائنات کی تمام مخلوقات اللہ کے ذکر اور اُس کی تسبیح کے ساتھ خود بخود زبانِ

حال سے رسولِ حق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی کرتی اور ان پر رحمت و درود بھیجتی ہے۔

گویا نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف قرآن کا وصف ہے، بلکہ اس آیۂ کریمہ کی روشنی میں اس کی ایک اور جہت بھی ہم پر منکشف ہوتی ہے۔ حیوانِ ناطق اور صاحبِ علم و اختیار ہونے کی حیثیت سے اللہ کی تسبیح کرنا، اُس کے ذکر کے ساتھ رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا، جس کی معروف و مقبول صورت نعت ہے، اللہ، اُس کے فرشتوں، اُس کی کتاب قرآنِ کریم اور دینِ فطرت کی متابعت میں ہمارے ایمان کا تقاضا تو ہے ہی، دوسری تمام کائنات کی طرح ہماری فطرت اور اطمینانِ قلب کا مطالبہ بھی ہے۔

قرآنِ کریم ہمیں یاد دلاتا ہے: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ O (13-رعد-28): ''خبردار جان لو کہ اللہ کے ذکر (اور بحثِ بالا کی روشنی میں اُسی کے ساتھ ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہی اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے''۔

گویا نعت، درود و سلام یا کسی بھی صورت میں جب بھی، اور جہاں بھی آپ کا ذکرِ مبارک ہوتا ہے، وہ باعثِ اطمینانِ قلب اور باری تعالیٰ کی بارگاہ میں رِفعت پذیر ہوتا ہے۔ چنانچہ لازم ہے کہ منزلِ معراج میں آپ کا ذکر بھی اللہ کے حضور میں آپ کا ہم سفر اور ہم بزم تھا۔

نعت گویانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ منفرد سعادت مبارک ہو۔

نعتِ رسول ﷺ قدیم صحائف میں

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور تعریف و توصیف تو روزِ اول ہی سے جاری و ساری ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ط قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ O (3-آلِ عمران-81): ''اور (وہ وقت یاد کرو) جب اللہ نے (حضرت آدمؑ سے لے کر تمام) انبیاؑ (یعنی ارواحِ انبیاؑ) سے (یہ) عہد لیا کہ جو کچھ مَیں تمہیں (از قسمِ) کتاب و حکمت دوں، پھر تمہارے پاس کوئی رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اُس (چیز یعنی کتاب) کی تصدیق کرنے والا آئے جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اُس (رسول) پر (دل و جان سے) ایمان لانا، اور ضرور اُس کی (دست و دل و زبان سے)

نُصرت کرنا۔ (پھر) دریافت فرمایا، کیا تم اقرار کرتے ہو اور اِس پر میرا عہد قبول
کرتے ہو؟ وہ بولے، ہم اقرار کرتے ہیں۔ فرمایا، تو گواہ رہنا اور مَیں (بھی)
تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں''۔ (۱)

چنانچہ آپ ﷺ کا تذکرہ تمام تحریف کے باوجود تواتر سے قدیم الہامی و دیگر مذہبی کتابوں میں، اور اُن کے حوالے سے کتبِ سیرت میں موجود اور ہر طالبِ علم کو ذرا سی محنت سے دستیاب ہے۔

اور حضرت عیسیٰؑ نے تو اس اقرار کی تعمیل میں آپ ﷺ کے ورود کی بشارت نہایت بیّن الفاظ میں اپنی قوم کو دی:

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِى اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ط (61-صف-6): ''اور جب عیسیٰؑ ابن مریم نے (اپنی قوم) بنی اسرائیل سے کہا: مَیں تمہارے پاس اللہ کا رسول آیا ہوں، تصدیق کرنے والا ہوں توَرات کی جو مجھ سے پیشتر سے (تمہارے پاس موجود) ہے، اور ایک رسول ﷺ کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آنے والے ہیں، جن کا نام احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوگا''۔

مزید برآں اُن کے حواری برناباس کی گواہی ہے:

Whereupon Adam, turning him self round, saw written above the gate,"There is only one God, and Mohammed is messenger of God." Whereupon, weeping, he said: "May it be pleasing to God, O my son, that thou come quickly and draw us out of misery." (Gospel of Barnabas, page 54)

''پھر (ازل میں) آدمؑ نے (جنت سے نکلتے ہوئے) مڑ کر دیکھا کہ (جنت کے) دروازے پر یہ تحریر تھا: ''لا اِلٰه الا اللّٰهُ محمد'' رَّسول اللّٰہِ''- آدمؑ نے اشکوں کے درمیان یہ کہا کہ، اے میرے فرزند! اللہ کی مشیت ایسے ہو کہ تُو جلد نازل ہو، اور ہمیں ہمارے مصائب و مشکلات سے نجات دلائے''۔ (۱)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّمَآ اَنۡتَ مُنۡذِرٌ وَّ لِکُلِّ قَوۡمٍ ھَادٍ O (۱۳-رعد-۷): ''بے شک آپ ﷺ ایک ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہوتا ہے''۔ اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ بِالۡحَقِّ بَشِيۡرًا وَّ نَذِيۡرًا ط وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَافِيۡهَا نَذِيۡرٌ'' O(35-فاطر-24): ''ہم نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے کی حیثیت سے بھیجا ہے اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی، جس میں ڈرانے والا نہیں گزرا''۔

پھر فرمایا: وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمۡ O(14-ابراہیم-4): ''اور ہم نے ہر رسول کو اُس کی قوم کی زبان ہی میں مبعوث کیا، تاکہ وہ ان لوگوں پر (اُنہیں کی زبان میں احکام وتعلیمات کو) کھول کر (وضاحت سے) بیان کریں''۔

چنانچہ ہندو ویدوں میں بھی حضور ختمی مرتبت کا تذکرہ حیرت انگیز تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ جو قدیم ہونے کے باوجود اہلِ علم کی تحقیق ومحنت سے پوری شان کے ساتھ دنیا کے سامنے آیا ہے۔

ہندو دھرم کی مشہور کتاب ''اتھر وید'' میں چودہ (14) منتر ہیں جو کانڈ 20، سوکت 127 منتر 1 تا 14 پر مشتمل ہیں۔ ان میں تفصیل سے نراشنس کے نام سے حضور ﷺ کی پیش گوئی اور آپ ﷺ کی تعریف وتوصیف کی گئی ہے۔

''نر'' یعنی بشر (نہ کہ فرشتہ یا دیوتا) اور ''اشنس'' -- وہ جس کی کثرت سے تعریف کی جائے یعنی محمد ﷺ۔ اُس کے بعد آپ کی وہ تمام نشانیاں اور بعض تاریخی واقعات تفصیل سے بتائے گئے جو سیرت کی کتابوں میں دستیاب ہیں۔ اور جن سے آپ کی شناخت میں کوئی ﷺ شبہ نہیں رہتا۔ (۱)

''وہ تمام علوم کا سرچشمہ، احمد ﷺ، عظیم ترین شخصیت ہے۔ یہ روشن سورج کے مانند اندھیروں کو دُور بھگانے والا ہے۔ اِس سراجِ منیر کو جان لینے کے بعد موت کو جیتا جا سکتا ہے، نجات کا اور کوئی راستہ نہیں''۔ (یجروید: 31-18)۔ (۲)

نعت: ولادت سے 800 سال قبل

یہ تو رہیں قرآنِ مجید، قدیم صحائف اور دیگر مذہبی کتب کی شہادتیں؛ عام تاریخ میں بھی صاحبِ بصیرت لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر غائبانہ ایمان اور اُن کی مِدحت میں بخل سے کام نہیں لیا۔ ظہورِ اسلام سے 8 - 7 سو سال قبل یمن کا بادشاہ تُبَّع مدینہ منوّرہ (یثرب) پر حملہ آور ہوا۔ یثرب کے بنیا مین یہودی نے جو اہلِ یثرب کی طرف سے تُبَّع سے گفت وشنید کرنے والے وفد کا رکن تھا، کہا کہ آپ

اِس شہر کو ہرگز فتح نہیں کر سکتے کیونکہ یہ شہر ایک (آنے والے) نبی کی فرودگاہ ہے جو قریش میں سے ہوگا۔ چنانچہ تفصیل جاننے کے بعد تُبَّع کے دل میں شمعِ ایمان روشن ہوگئی اور اُس نے یثرب سے مزید جنگ آزمائی کا ارادہ ترک کر دیا اور یہ اشعار پڑھے:

اَلقٰی اِلَیَّ نَصِیحَةً کَیْ اَزْدُجِر عَنْ قَرْیَةٍ مَحْجُوْرَۃٍ بِمُحَمَّدٖ

شَہِدْتُ عَلٰی اَحْمَدَ اَنَّہٗ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ بَارِیءِ النَّسَمٖ

فَلَوْ مَدَّ عُمْرِیْ اِلٰی عُمْرِہٖ لَکُنْتُ وَزِیْرًا لَّہٗ وَ ابْنَ عَمّٖ

''اس نے مجھے نصیحت کی ہے کہ مَیں اُس آبادی سے ہٹ جاؤں جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے محفوظ رکھی گئی ہے---مَیں شہادت دیتا ہوں کہ (صدیوں بعد آنے والے) احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اُس اللہ کے رسول ہیں جو خالقِ مطلق ہے۔ اگر میری عمر اُس کی عمر تک طویل ہو تو مَیں ضرور اُن کا وزیر یعنی معاون اور ابنِ عم بنوں گا''۔---ایک دوسری روایت ہے کہ: ''اُن کے دشمنوں سے جہاد کروں گا اور اُن کے دل سے ہر غم دُور کروں گا''۔

تلمسانی کا قول ہے کہ اشعارِ بالا بہ طورِ تواتر ثابت ہوئے ہیں (۱)۔

ضمناً، یہ اشعار شہادتِ مزید ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی آمد کی پیش گوئی، آپ ﷺ کے دونوں اسمائے گرامی---احمد ﷺ اور محمد ﷺ---کے ساتھ، بعثت سے آٹھ سو سال قبل بھی، صحائفِ قدیم کے ذریعے معروفِ عام تھی، اور لوگ آپ ﷺ کے منتظر تھے۔

تُبَّع نے واپسی سے قبل اپنے ہم سفر چار سَو علماء میں سے، جنھوں نے یثرب میں قیام کی اجازت چاہی تھی، ایک کے حوالے ایک سربمہر خط اِس تاکید کے ساتھ کیا کہ وہ، یا اُس کی نسل میں سے جو بھی رسولِ آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پائے، یہ خط اُن کی خدمتِ اقدس میں پیش کرے۔ خط کا مضمون یہ تھا:

''اللہ کے نبی، انبیاء کے خاتم، رب العالمین کے فرستادہ ﷺ کی طرف تُبَّع اوّل حمیری کی جانب سے---میں آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب پر ایمان لایا ہوں۔ آپ ﷺ کے دین اور طریقہ پر ہوں۔ آپ ﷺ کے رب پر، اور جو کچھ آپ ﷺ کے رب کی جانب سے ایمان اور اسلام کے سلسلے میں آیا، اُس پر ایمان لایا ہوں۔ اگر آپ ﷺ کا زمانہ پالوں تو بہتر، ورنہ قیامت میں میری شفاعت فرمانا اور بھول نہ جانا کہ مَیں آپ ﷺ کا پہلا امتی ہوں،

آپ ﷺ کی آمد سے پہلے آپ ﷺ پر ایمان لایا، بیعت کی، مَیں آپ ﷺ کے اور آپ ﷺ کے باپ ابراہیمؑ کے دین پر ہوں''۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ اِسی عالم کی اولاد میں سے تھے جن کے سپرد یہ خط کیا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ابوایوب انصاریؓ نے یہ عریضہ نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پیش کرنے کی سعادت بھی حاصل کی --- علامہ سمھودی کا بیان ہے کہ بظاہر یہ عجیب بات معلوم ہوتی ہے لیکن تمام قدیم مورخ اِس پر متفق ہیں۔ سہیلی نے بھی اِس کا ذکر کرتے ہوئے صحیح بخاری کی یہ حدیث نقل کی ہے:

''تُبَّع کو برا نہ کہو، وہ اسلام لا چکا ہے''

حضرت ابوایوب انصاریؓ اور ان کے آباواجداد کے سات سَو سالہ خواب کی تعبیر اُن کے سامنے تھی۔ اُن کے مقدر کا ستارہ چمک اٹھا تھا اور وہ اب میزبانِ رسول ﷺ تھے۔ (۱)

یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کو یہ سعادت منجملہ ایمان کے اُس ورثے میں ملی جس میں کئی صدیاں پیشتر اُن کے اجداد نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا (مذکورہ بالا آیتِ کریمہ 3- آلِ عمران- 81 کے مطابق) غائبانہ تائید، توصیف (نعت) اور بیعت کے علاوہ احترام ولحاظ کیا تھا۔

چند آیات وواقعات کے یہ حوالے تو صرف نمونہ مُشتے از خروارے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ قرآنِ کریم، ایمان واحکام کے علاوہ تمام تر آپ ﷺ کی صفات، سیرت اور مِدحت سے معمور ہے، اور کوئی دن نہیں جاتا کہ آپ ﷺ کی سیرت کے بیان میں دنیا کی کسی زبان میں بھی نظم ونثر کی ڈھیروں کتابیں، جن کا شمار ناممکن ہے، تصنیف نہ ہوتی ہوں، بلکہ یہ روز افزوں ترقی پذیر ہیں۔

یہ اہتمام بلاوجہ نہیں ہے۔

رسول ﷺ اور مقصدِ حیات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّن ہیں، یعنی آپ ﷺ قیامت تک کے لئے جمیع عالمِ انسانیت کے ہادی و رہبر ہیں، جنہیں جغرافیائی حدبندیوں، بدلتے ہوئے زمانوں، ایک قریئے (GLOBAL VILLAGE) میں سکڑتی ہوئی زمین، مختلف رنگ ونسل، تہذیبوں، ثقافتوں اور تواریخ وروایات کی حامل قوموں کے مختلف اور باہمی متضاد مفادات کے باوصف، نیز علوم وفنون کی ترقی وترویج، ایجادات واختراعات، تسخیرِ عناصر اور معرفتِ اسرار ورموزِ کائنات کے اِس برق رفتار

دَور میں تواتر سے اثر پذیر ہونے والے ذہنِ انسانی کے تغیر وتبدل کی ہدایت و رہبری اور تربیت و ارتقاء کا مسلسل اور دائمی فریضہ سرانجام دینا تھا۔

بِنا بریں آپ ﷺ کا ہر لحاظ سے کامل واکمل اور قابلِ تقلید ہونا ناگزیر تھا، تا کہ قرآنِ کریم کے معارف و حِکَم، اُس کی تعلیم اور اُس پر عمل کی ایسی مُحکَم مثال قائم ہوجائے کہ تا قیامت ہر زبان و تہذیب، زمانے، رنگ ونسل اور مذہب وملت کے لوگ سرِ مُو تامُّل اور شک وشبہ کے بغیر آپ ﷺ پر ایمان لائیں، اور قرآن پر عمل پیرا ہوکر، اِس عالمِ ناسوت میں

اپنی آمد کے مقصدِ اول:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ O(51-ذاریات-56):

''اور مَیں نے جِن ّ واِنس کو پیدا ہی اِسی غرض سے کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں''۔

کے حصول کی جدوجہد میں ہمہ تن مشغول ہوجائیں۔

واضح ہو کہ عبادت سے صرف فقہی نماز روزہ وغیرہ مُراد نہیں بلکہ، قانونِ تکوین کے تحت امرِ الٰہی کی تعظیم وتعمیل اور خلقِ خدا پر شفقت یا دوسرے الفاظ میں حقوقُ اللہ اور حقوقُ العباد کی کما حقہٗ ادائیگی ہے۔(ا) تمام انفرادی واجتماعی تعلقات ومعاملات بہ شمولِ تجارت، معیشت، ابداع وایجاد، سیاست و حکومت اور اعمال ومشاغل عبادت میں آگئے۔ اور یہی مقصدِ زیست، دینِ فطرت ہے جو نجاتِ دائمی کے علاوہ طہارتِ قلب اور قربِ حق کی ضمانت ہے۔

چنانچہ زندگی کی اِس اصلِ عظیم کا پوری وضاحت واعتماد سے یوں اعلان کر دیا گیا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (33-احزاب-21)

''بے شک تمہارے درمیان رسول اللہ ﷺ (کی ذات) میں ایک عمدہ (کامل تریں) نمونہ موجود ہے''۔

اور یہ بھی ایک ناگزیر حقیقت ہے کہ گزشتہ چودہ سوسال سے دنیا بھر کے اہلِ علم، اہلِ بصیرت اور سائنس وطب کے ماہرین آپ ﷺ کی صداقت، رسالت، اکملیت اور ہمہ گیری کی متواتر شہادت دیتے چلے آرہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ باری تعالیٰ کی تسبیح وتہلیل کے ساتھ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور تعریف وتوصیف کا سلسلہ ازل سے جاری ہے۔

نعت اِسی سلسلے کی ایک مقبول اور درخشندہ کڑی ہے۔ یہ براہِ راست قلب سے نکلتی ہے اور قلوب

پر اثر انداز ہوتی ہے اور آپ ﷺ کی اطاعت اور محبت کو روز افزوں جلا بخشتی ہے، اور اِس واسطے سے باری تعالیٰ کے مقصدِ تخلیق کی تکمیل کا باعث بنتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں صحابہ کرامؓ ہر موقع پر، میدانِ جنگ ہو، نزولِ آیات ہو، یا محض آپ کے قرب کا سُرور، نعت کہتے نظر آتے ہیں۔

دربارِ رسالت کے شعراء میں سے جو آفتاب و ماہتاب بن کر آسمانِ ادب پر چمکے اُن میں حسّان بن ثابتؓ سب سے نمایاں ہیں۔ کعب بن زُہیرؓ نے قصیدہ بُردہ - بانت سعاد کہہ کر پیراہنِ مبارک کا انعام پایا، جو انہیں رہتی دنیا تک زندۂ جاوید کر گیا۔ کعب بن مالکؓ، عبداللہ بن رواحہ، عبداللہ بن الزبعریؓ اور عباس بن مرداسؓ، اُمِّ معبد اور دیگر صحابہ کرام نے لاجواب نعتیں تخلیق کیں اور اپنی دنیا و دین دونوں کو سنوار لیا۔

حُکماءِ عرب میں سے عیسائی اُسقُفِ نجران، قس بن ساعدہ نے آپ ﷺ کی مِدحت میں نعت کہی، یعنی آج (کے کثیر التعداد غیر مسلم نعت گو شاعروں کی مثال) کی طرح اُس وقت بھی نعتِ رسول ﷺ سکہ رائج الوقت تھی۔ اُس کے یہ اشعار کتبِ سیرت میں محفوظ ہیں: (۱)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ! لم یخلق الخلق عبثْ
اَرْسَلَ فِیْنَا اَحْمَدًا خَیْرَ نَبِّیٍ قَدْ بَعَثْ
لَمْ نُحِیْنَا مِنْہُ سَدٰی مَنْ بَعْدُ عَیْشٍ وَاکْتَرَثْ
صَلّٰی عَلَیْہِ اللّٰہُ مَا حَجَّ لَہٗ رَکْبٌ وَحَثْ

نعتِ رسول ﷺ باعثِ غفران

نعت کہنے میں ذاتِ باری تعالیٰ اور اس کے ملائکہ مقربین کے بعد نعت گویانِ رسول ﷺ روزِ ازل سے صفِ اوّل میں نظر آتے ہیں۔ اس طرح نعت، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کا پہلا زینہ ہے، اور جب باری تعالیٰ ذکرِ رسول ﷺ کو اپنے ذکر کے ساتھ رِفعت بخشتے ہیں تو نعت گویا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کا آخری زینہ بھی ٹھہری۔ گویا یہی مُبتدا ہے اور یہی مُنتہا بھی۔

انسان کا شرفِ خاص، اُس کی فطری ذہانت (INTELLECT)، غور و فکر اور ارادہ و اختیار ہے۔ وہ اپنے فیصلے اور عمل میں بڑی حد تک آزاد ہے۔ اِس لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا منصب یہ ہے کہ وہ اِس خداداد صلاحیت و استدلال سے بالِا رادہ اختیار کی جائے اور یہی پائیدار اور

دنیاوی اور اُخروی زندگی کے لئے نتیجہ خیز ہوسکتی ہے۔ اِس محبت کی بنا آپ ﷺ کی بے چون و چرا اطاعت پر ہے۔ اور یہی محبت، مقصود اور قابلِ قبول بھی ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ نے فرمایا:

اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ O (33-احزاب-6): ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنین سے خود اُن کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں'' (اور اسی نسبت سے آپ ﷺ کی اطاعتِ مطلق اور تعظیم بدرجہ کمال واجب ہے)۔ یہاں ایک لمحہ رُک کر وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ O (50-ق-16) کی نوید سے اُس قُرب کے کیف وُسرور کا لطف بھی اُٹھایئے جو اللہ کو اپنے بندوں سے ہے۔

لَا یُؤۡمِنُ اَحَدُکُمۡ حَتّٰی اَکُوۡنَ اَحَبَّ اِلَیۡہِ مِنۡ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِیۡنَ O

''تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک (پورا) مومن نہیں ہوتا جب تک اُس کو میری محبت اپنے باپ اور اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو''۔ (1) دوسری روایت میں اضافہ ہے کہ ''جب تک مَیں اُسے اُس کے اہل اور مال سے زیادہ محبوب نہیں ہوجاتا''۔

اور یہ محبت سربسر آپ کی اطاعت پر موقوف ہے اور جیسے سطورِ بالا میں ''مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللہَ'' سے وضاحت ہے آپ ﷺ کی اطاعت ہی دراصل اللہ کی اطاعت ہے۔ اور آپ ﷺ کی اطاعت سے منہ پھیرنا اللہ سے منہ پھیرنے کے مترادف ٹھہرا۔

بِنا بریں آپ ﷺ کی محبت واطاعت، نعت اور دُرود وسلام کے ساتھ بہترین عبادت قرار پائی، اور اِس لحاظ سے نعت گو کی بخشش وغفران کا باعث بھی --- اِس ضمن میں حضرت حسّان بن ثابتؓ کی مثال بہترین ہے۔

یاد رہے کہ حضرت حسّان بن ثابتؓ (عبداللہ بن ابی منافق کے علاوہ) سُوءِ اتفاق سے اُن تین مسلمانوں میں شامل تھے جنہوں نے واقعۂ اِفک کے ضمن میں حضرت عائشہ صدیقہؓ پر عائد بہتان کے حق میں گمان کرلیا تھا (باقی دو کے نام حضرت مسطحؓ اور خاتون حمنہ بنت جحشؓ) تھیں:

اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ عُصۡبَۃٌ مِّنۡکُمۡ ط لَا تَحۡسَبُوۡہُ شَرًّا لَّکُمۡ ط بَلۡ ھُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ط (24-نور-11):

''بے شک جن لوگوں نے (بہتان کا) یہ طوفان برپا کیا ہے وہ تم میں سے (صرف) ایک (چھوٹا سا) گروہ ہے۔ تم اُس کو اپنے حق میں بُرا نہ سمجھو، بلکہ تمہارے حق میں یہی بہتر ہے''۔ (کہ

بات صاف ہو جانے سے ہر متعلقہ فرد کو اُس کے جرم کے مطابق سزا ملے گی---اور آپ ﷺ سرخرو ہوں گے۔(۲)

اس سے فوراً پہلے اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے کہ: ''اگر اللہ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے، بڑا حکمت والا ہے (تو تم بڑی مصیبتوں میں پڑ جاتے)''۔
(24-نور-10)

چنانچہ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول ہوئی۔ ''حضرت حسّان بن ثابتؓ کو اپنی لغزش پر بہت افسوس ہوا۔ تلافی کے لئے حضرت عائشہؓ کی شان میں ایک مدحیہ قصیدہ لکھا جس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں:

حَصَانٌ" رَزَانٌ" مَاتُزَنُّ بِرِيبَةٍ   وَتُصبِحُ غَرْثَى مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ
عَقِيلَةُ حَيٍّ مِنْ لُؤَيِّ ابْنِ غَالِبٍ   كِرَامِ الْمَسَاعِي مَجْدُهُمْ غَيْرُ زَائِلِ
مُهَذَّبَةٌ" قَدْ طَيَّبَ اللهُ خِيمَهَا   وَطَهَّرَهَا مِنْ كُلِّ سُوْءٍ وَ بَاطِلِ!

''وہ (حضرت عائشہؓ) عفیفہ ہیں۔ (اخلاق و کردار میں) بھاری بھر کم (مُحکم) ہیں، انہیں کسی شبہے پر مُتّہم نہیں کیا جا سکتا۔ اُن کی صبح اِس طرح ہوتی ہے کہ بے خبر (۱) مومن عورتوں کی غیبت سے بالکل پاک ہوتی ہیں۔ وہ اُس قبیلہ لوی بن غالب کی ایک عاقلہ خاتون ہیں جو حصولِ مجد و شرف کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور جن کا مجد و شرف زوال پذیر نہیں۔ وہ ایک ایسی تہذیب یافتہ خاتون ہیں، جن کی فطرت ہی اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ بنائی ہے۔ اور ہر شر و باطل سے انہیں پاک رکھا ہے۔''
(سیرتِ النبی ﷺ ابنِ ہشام، جلد2، ص365)

نعت گوئی کے طفیل حضرت حسان بن ثابتؓ کی توبہ قبول اور لغزش معاف ہوئی۔ نعت ہی کی نسبت سے انہیں نہ صرف ''مؤیّد بروح القُدس ''(۲) ہونے بلکہ حضور ﷺ کے منبر پر سے مدحِ رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) کرنے کا شرف بھی حاصل تھا اور وہ اپنی نعت گوئی کے صِلے میں تا قیامت اِس منصب پر فائز رہیں گے۔

حسّان بن ثابتؓ سے لے کر دنیا کی ہر سرزمین پر، ہر زبان میں، جہاں جہاں اسلام پہنچا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مِدحت میں قافلہ نعت بھی رواں دواں ہے۔

تحریکِ پاکستان کا مقصد سادہ الفاظ میں نظامِ اسلام کا نفاذ تھا اور یہ مقبولِ عام نعرے ''پاکستان

کا مطلب کیا- لا اِلہ الا اللہ‘‘ میں چاند اور سورج کی طرح منعکس تھا۔

چنانچہ قیامِ پاکستان اور قراردادِ مقاصد کی برکتوں کا ایک فیض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اِک وفورِنو کی موج اور فروغِ نعت بھی ہے۔شاید یہ کہنا درست ہوگا کہ آپ ﷺ سے محبت اور فدائیت کا جو عظیم الشان جذبہ پاکستان میں نظر آتا ہے شاید دنیا کے کسی دوسرے ملک میں کم کم ہی ہوگا۔اِس کا روح پرور مظاہرہ حال ہی ایک ڈنمارکی اخبار میں کارٹونوں کی اشاعت کے دوران ہوا۔ ہر دَور میں محبانِ رسول ﷺ نے آپ ﷺ کے تحفظِ ناموس کے لئے آگے بڑھ بڑھ کر جانیں دی ہیں۔غازی علم الدین شہید اور عبدالقیوم شہید کے نام تو انشااللہ رہتی دنیا تک زندۂ جاوید رہیں گے۔

نعت ایک ایسی نوائے سروش ہے جس سے زنگ آلود دِلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت کے چراغ سورج کی طرح روشن ہیں۔ بلکہ جیسے جیسے اِلحاد، اِستحصال اور مغربی تہذیب کے زیرِاثر ’’روشن خیالی‘‘ کی یلغار بڑھتی جاتی ہے،نعتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات سے آپ کی محبت اور اطاعت اُس کے سامنے سدِّ راہ بنتی جاتی ہے۔نعت، آشوبِ مِلّت کی دادرسی و دستگیری کے لئے بارگاہِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک پُردرد فریاد ہے۔فردِ استغاثہ ہے۔

نعت گویانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سعادت بارِدگر مبارک ہو۔

یہ سعادت جتنی عظیم ہے اُسی نسبت سے بے حد و بے حساب حزم و احتیاط کی متقاضی ہے۔

ذاتِ باری تعالیٰ کے بعد احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا صفات ہی ہر طرح سے کامل و اکمل اور ہر مِدحت اور تعریف و توصیف کی مستحق ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کی صفات کے بیان میں مبالغے کی کوئی حد نہیں،سوائے باری تعالیٰ کی ذات کے--- اللہ تعالیٰ خالقِ مطلق، واحد و لاشریک،اور مالکِ ارض وسماوات ہے۔زندگی وموت اور حیات بعد الموت اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہی تمام انبیاء و مرسلین کو پیدا کرنے، انہیں مبعوث کرنے والا ہے۔اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں۔

توصیفِ رسول ﷺ اور تحمیدِ الٰہی

یہ بھی حقیقت ہے کہ کسی ایجاد یا تخلیق کی تعریف اپنی اصل میں اُس کے موجد یا خالق ہی کی تعریف و توصیف کے مترادف ہے، چنانچہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل و اکمل اور بے مثال ذات کی تعریف و توصیف دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی ذاتِ ذوالجلال والاِکرام کی تعریف و تحمید کے

مترادف ہے، جس نے حضور پرنُور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی تخلیق فرمائی کہ جس طرح خود اُس کی اپنی ذاتِ پاک واحد ولا ثانی ہے جس کا کوئی شریک نہیں، اسی طرح آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی بندوں میں بے مثال ہیں، اوراس عظمت میں کوئی آپ کا شریک نہیں۔

چنانچہ نعت جہاں محبت وسعادت کا چمن زار ہے، وہاں یہ ایسی وادیٔ پُرخار بھی ہے جہاں قدم قدم پر سوءِ ادب، حد سے گزر جانے اور شرک کا احتمال ہے---اور شرک سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں ---اور یہ نا قابلِ معافی گناہ ہے۔اسی لئے نعت گوئی کو تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف کہا گیا ہے۔ عرفی جیسے مغرور شاعر کو بھی کہنا پڑا کہ:

عرفی مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحراست
آہستہ کہ رہ بر دمِ تیغ است قدم را
ہشدار کہ نتواں بیک آہنگ سرودن
نعتِ شہ کونینؐ و مدیحِ کَے و جم را

جس طرح ذاتِ باری تعالیٰ کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کے بیان کی حد نہیں، اِسی طرح اِس بیان میں حزم واحتیاط کی بھی کوئی حد نہیں۔اِس میدان میں بڑے بڑوں کا پِتّا پانی ہوتا ہے:

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفَس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

نعت گویانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم پر بھی واجب ہے کہ وہ اپنی تحریروں اور اپنے کلام میں حضور ختمی مرتبت ﷺ کے مقام ومرتبہ کا یہی احترام ملحوظِ خاطر رکھیں۔

☆☆☆

حفیظ تائبؒ

اردو شاعری میں نعت گوئی

شاعری کی مروجہ نصاب میں رسالت مآبؐ کی توصیف میں جو کچھ کہا جائے اسے نعت کہتے ہیں۔ اگرچہ اردو شاعری میں اس مخصوص اسلوب سخن کی طرف باقاعدہ طور پر کم توجہ دی گئی ہے۔ پھر بھی اس میں غزل کے ساتھ نکھار پیدا ہوتا چلا گیا ہے۔ یہ غزل کے دوش بدوش صوفیانہ رنگ میں برابر پھیلتا چلا گیا ہے۔ اس میں بھی غزل کی طرح اپنی اصلی حیثیت کو برقرار رکھتے ہوئے مختلف حالات سے مطابقت کی صلاحیتیں ہیں۔ اس کی ہیئت، تاثر اور استعارے بالکل غزل کے سے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ نعت کا راستہ غزل کے راستے کی طرح فراخ نہیں۔ اس میں عقیدت کی بھی حدیں مقرر ہیں۔ یہاں شاعر کو انتہائی جوش عقیدت میں بھی متعین حدود کو ملحوظ خاطر رکھنا پڑتا ہے۔ غزل میں ہر قسم کی سرشاری، مستی اور شوخی روا ہے لیکن نعت میں ان چیزوں کی اجازت نہیں نعت میں شوخی ہوسکتی ہے تو صرف اسی قسم کی جیسی کہ ایک منہ چڑھا غلام اپنے آقا سے کرتا ہے۔

ادب گاہ ہیست زیرآسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

نعت میں افراط وتفریط سے کام لینے سے گناہ گار ہونے کا بھی خدشہ ہوتا ہے۔ ایک غزل گو شاعر...... اپنے محبوب کو جو جی میں آئے کہہ سکتا ہے۔ برعکس اس کے ایک نعت گو شاعر کو اپنے محبوب کو پکارنے میں بھی بڑے سوچ بچار سے کام لینا پڑتا ہے۔

سرورؐ کہوں کہ مالک و مولا کہوں تجھے
باغ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے

گلزار قدس کا گل رنگیں ادا کہوں
درمان دردِ و بلبل شیدا کہوں تجھے

صبح وطن پہ شام غریباں کو دوں شرف
بیکس نواز، گیسوؤں والا کہوں تجھے

اللہ رے تیرے جسم منور کی تابشیں
اے جان جاں ! میں جان مسیحا کہوں تجھے

بے داغ لالہ، یا قمر بے کلف کہوں
بے خار گلبن چمن آرا کہوں تجھے

مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں کروں شہا
یعنی شفیع روز جزا کا کہوں تجھے

تیرے تو وصف عیب تنا ہی سے پاک ہیں
حیراں ہوں میرے شاہ کہ کیا کیا کہوں تجھے

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا   خالق کا بندہ، خلق کا آقا کہوں تجھے

کہہ لے گی سب کچھ اس ثنا خواں کی خامشی
چپ ہو رہا ہوں کہہ کے کہ کیا کیا کہوں تجھے

اور بہت کچھ کہنے کے بعد آخر نعت گو شاعر کو چپ ہونا پڑتا ہے۔اس طرح ایک غزل گو شاعر جب اپنے معشوق کو دیکھتا ہے تو فوراً سجدہ لٹانے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ برخلاف اس کے ایک نعت گو شاعر اس مرحلے کو بھی امتحان سمجھتا ہے۔

سامنے ہے وہ نوبہار، سجدے کو ہے دل بے قرار
روکیئے سر کو روکیئے ہاں یہی امتحان ہے

غرض کہ نعت کے میدان میں بڑے محتاط، پابند اور ذمہ دار قسم کے شعراء ہی اتر سکتے ہیں چنانچہ جب ہم ولؔی سے چل کر موجودہ دور تک کے شعراء کے کلام پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کوئی بھی شاعر (خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم) ایسا نہیں جو نعتیہ اشعار کہنے کی سعادت سے بالکل محروم رہا ہو لیکن بہت کم ایسے ہیں جنہوں نے اس اسلوب سخن کی طرف پوری توجہ دی ہے۔ مقتدین کے کلام میں جو مختلف نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔ انہیں اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ اشعار انہوں نے شغلاً یا رسماً ہی کہے تھے مثلاً غالب غزل شروع کرتا ہے اور اس میں اس قسم کے اشعار لکھتا ہے۔

منہ نہ کھلنے پر ہے یہ عالم کہ دیکھا ہی نہیں
زلف سے بڑھ کر نقاب اس شوخ کے منہ پر کھلا

اور جب دیکھتا ہے کہ تغزل کا کوئی اہم مضمون باقی نہیں رہا جو اس زمین میں بندھ سکے تو مقطع نعتیہ کہہ جاتا ہے۔

اس کی امت میں ہوں میں میرے رہیں کیوں کام بند
واسطے جس شاہ کے غالب گنبد بے در کھلا

جب کوئی شاعر اپنا دیوان مرتب کرنے لگتا ہے تو مسلمان ہونے کی حیثیت پہلے ایک حمد کہہ لیتا ہے اور اس کے بعد ایک نعت

بعض شعراء ایسے بھی ہیں جنہوں نے نعتیہ غزلیں لکھیں لیکن نعت گوئی کا صحیح حق ادا نہ کر سکے۔ انہوں نے اظہارِ عقیدت کو محض جذبات کے سپرد کر دیا۔

گویا نعت گوئی کی طرف سنجیدگی سے بہت کم شعراء نے دھیان دیا اور جن شعراء نے اپنی ساری شاعرانہ صلاحیتیں نعت گوئی پر صرف کر دیں وہ ادبی دنیا میں روشناس نہ ہو سکے چنانچہ ادبی تاریخ اور شعراء کے تذکروں میں ان شاعروں کا کہیں نام تک نہیں آیا، جو صرف نعت لکھتے رہے اور جنھوں نے

نعت گوئی کے اس خراج کے تقاضے پورے کر دیے جو ہر امتی کی طرف سے آقائے نامدار ﷺ کی خدمت اقدس میں واجب الادا ہیں۔

چنانچہ زیر نظر مقالے میں ہم ان معروف و غیر معروف شعراء کے نعتیہ کلام کا جائزہ لیں گے جنھوں نے نعت گوئی کی طرف سنجیدگی سے دھیان دیا۔اس سلسلے میں پہلا نام امیر کا لیا جا سکتا ہے۔

امیر مینائی

ادبی دنیا میں امیرؔ کا نام محتاج تعارف نہیں۔ یہ غزل کے مسلمہ استاد تھے، بڑے منکسر المزاج، عابد، زاہد اور صوفی شب بزرگ تھے۔ خاندان صابریہ چشتیہ کے جانشین حضرت امیر شاہؒ سے بیعت تھے۔انہوں نے اپنی شاعری کے ابتدائی دور میں کافی نعتیہ غزلیں لکھیں۔ان کے نعتیہ مجموعہ کلام کا نام ''محامد خاتم النبین'' ہے.........امیرؔ کی نعت نہایت شگفتہ اور مؤثر ہوتی ہے،نعت میں تغزل بھی جھلکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔انہوں نے نعت میں نئے نئے اور اچھوتے مضامین باندھنے کی کوشش کی ہے۔

نمونہ کلام

سورۂ والشمس وصف روئے فخرالانبیاء　　آیۂ واللیل ہے گیسوئے فخرالانبیاء
قبلہ ایماں ہے میرا روئے فخرالانبیاء　　ہوں اسیر حلقۂ گیسوئے فخرالانبیاء

رخؐ آپ کا مہر تو قد آپؐ کا شمع　　پروانہ رات بھر ہوں میں ذرہ تمام روز
کب مہبط فیوض نہ تھا آپ کا مکاں　　لاتے تھے جبرئیل خدا کا پیام روز

زخمی عشق دم تیغ الم جانتے ہیں　　اس تڑپنے میں جو لذت ہے وہ ہم جانتے ہیں
کہہ دو رضواں سے ہمیں سیر کی تکلیف نہ دے　　ہم مدینے میں ہی گلزار ارم جانتے ہیں
وصف کرنے لگے موسیٰؑ تو یہ آتی آواز　　کوئی کیا جانے گا احمدؐ کو جو ہم جانتے ہیں
خشک کیا مزرع امید رہے کا ان کا　　جو ترے گیسوؤں کو ابر کرم جانتے ہیں
تشنۂ شوق ترے قلزم ہمت کے حضور　　بحر زخار کو قطرے سے بھی کم جانتے ہیں

غیب کے حال سے جو لوگ ہیں آگاہ امیر
وہ اسے مجمع امکان قدم جانتے ہیں

لحد میں ہم کو سزائے گناہ کیا ہوگی　　وہ ناخدا ہے تو کشتی تباہ کیا ہوگی
جو روئے عشق نبیؐ میں ہوئے گناہوں سے پاک　　برس چکی ہو جو بدلی سیاہ کیا ہوگی

امیر چستی مضموں سے ہے امید ثواب
کہے جو سست غزل واہ واہ کیا ہوگی

پلہ جو نیکیوں کا گھٹا ہے تو کم نہیں　　امت کے دل ہیں ان کی بدولت بڑھے ہوئے
حضرت کا علم علم لدنی تھا اے امیر　　دیتے تھے قدسیوں کو سبق بن پڑھے ہوئے

آشیانہ ہے مدینے کے درختوں پہ مرا　　اب اگر طاقت پرواز نہیں ہے تو نہ ہو
رہ نہیں جانے کا میں وادئ مدحت میں امیر　　تو سن فکر سبکساز نہیں ہے تو نہ ہو

احمد رضا بریلوی

نعت گوئی میں حضرت رضا بلند تریں مقام رکھتے ہیں بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ محفل نعت کی صدارت انہی کے شایان ہے ادبی دنیا میں شاید یہ نام نیا سمجھا جائے کیوں کہ اس درویش منش شاعر کا کلام زیادہ تر خالص اسلامی حلقوں اور محفلوں میں ہی پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ بہر حال حضرت رضا کی نعت ہر قسم کے ادبی عیوب سے پاک ہے۔ آقائے نامدار ﷺ سے ان کی گہری عقیدت ان کی نعت سے جھلکتی نظر آتی ہے۔ ان کی نعت میں اچھوتے خیالات اور مختلف لطائف شعری کی بھی فراوانی ہے۔ نئی نئی اور شگفتہ زمینوں میں نعتیں کہتے ہیں چونکہ علم دین سے پوری طرح واقف ہیں اس لیے نعت میں لغزشیں نہیں کرتے بلکہ بعض دفعہ قرآنی نکات نعت میں بیان کر جاتے ہیں۔ گویا نعت گوئی کا صحیح اور صالح شعور رکھتے ہیں ان کے نعتیہ مجموعہ کلام کا نام ''حدائق بخشش'' ہے۔

نمونۂ کلام

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے، یہی شمع ہے دھواں نہیں
میں نثار تیرے کلام کے، ملی یوں کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہیں، وہ بیاں ہے جس کا بیان نہیں
تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں
کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا اپنے کریم کا، میرا دین پارۂ ناں نہیں

کانٹا مرے جگر سے غم روزگار کا　　یوں کھینچ لیجیے کہ جگر کو خبر نہ ہو

بجھ گئیں جس کے آنے سے سب مشعلیں　　شمع وہ لے کے آیا ہمارا نبیؐ
سب چمک والے اجلوں میں چمکا کیے　　اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبیؐ

جس کو شایاں عرش خدا پر جلوس ہے وہ سلطان والا ہمارا نبیؐ
جس نے مردہ دلوں کو دی عمر ابد ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبیؐ
غزدوں کو رضا مژدہ دیجیے کہ ہے
بے کسوں کا سہارا ہمارا نبیؐ

سنکی وہ بادشفاعت کہ دے ہوا یہ آبرو رضا مرے دامان تر کی ہے
نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا ساتھ ہی منشئی رحمت کا قلمدان گیا
لے خبر جلو کہ غیروں کی طرف دھیان گیا میرے آقاؐ، میرے مولاؐ ترے قربان گیا
آہ وہ آنکھ کہ ناکام تمنا ہی رہی ہائے وہ دل جو ترے در پر ارمان گیا
دل ہے وہ دل کہ تری یاد سے معمور رہے سر وہ ہے سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا
انہیں جانا، انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا!
جان و دل، ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

حسن یوسفؑ پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں
اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں مانگتے تاجدار پھرتے ہیں
پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں

چاند شق ہو، پیڑ بولیں، جانور سجدے کریں بارک اللہ مرجع عالم یہی سرکار ہے
گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستاں کیوں نہ ہو کس پھول کی، مدحت میں وافتکار ہے

حسن بریلوی

حضرت حسن کا نام بھی شاید ادبی دنیا میں نیا سمجھا جائے۔ شعر گوئی میں داغ کے شاگرد تھے لیکن معنوی فیض انہیں حضرت رضا ہی سے حاصل تھا۔ خود ہی کہتے ہیں

بھلا ہے حسن کا جناب رضا سے الٰہی بھلا ہو جناب رضا کا

چنانچہ ان کی شاعری حضرت رضا کے نقش قدم پر چل کر ایک بہت بلند مقام پر پہنچ گئی بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ انہوں نے نعت میں نکھار پیدا کر کے اس کی لطافتوں میں اضافہ کر دیا۔ غزل میں جس

قسم کے مضامین باندھے جاتے تھے۔ انہوں نے اس قسم کے مضامین نعت میں باندھے لیکن بڑی خوش اسلوبی اور جدت سے۔

شاید داغ کی شاگردی کا اثر تھا کہ انہوں نے زبان نہایت شگفتہ استعمال کی۔

آپ کے مجموعہ کلام کا نام ''ذوق نعت'' ہے۔

نمونہ کلام

ایسا تجھے خالق نے طرحدار بنایا — یوسفؑ کو ترا طالب دیدار بنایا
اے نظم رسالت کے چمکتے ہوئے مقطع — تو نے اسے مطلع انوار بنایا
کونین بنائے گئے سرکارؐ کی خاطر — کونین کی خاطر تمہیں سرکارؐ بنایا
للہ کرم میرے بھی ویرانہ دل پر — صحرا کو ترے حسن نے گلزار بنایا

جناب مصطفیٰؐ ہوں جس سے ناخوش — نہیں ممکن کہ ہو اس سے خدا خوش

جھولیاں کھول کے بے سمجھے نہیں دوڑ آئے — ہمیں معلوم ہے دولت تری، عادت تیری

سر صبح سعادت نے گریباں سے نکالا — ظلمت کو ملا عالم امکاں سے نکالا
پیدائش محبوبؐ کی شادی میں خدا نے — مدت کے گرفتاروں کو زنداں سے نکالا
جو بات لب حضرت عیسیٰ نے دکھائی — وہ کام یہاں جنبش داماں سے نکالا
منہ مانگی مرادوں سے بھری جیب دو عالم — جب دست کرم آپ نے داماں سے نکالا

کانٹا غم عقبیٰ کا حسن اپنے جگر سے
امت نے خیال سر مژگاں سے نکالا

اگر قسمت سے میں ان کی گلی میں خاک ہو جاتا — غم کونین کا سارا بکھیڑا پاک ہو جاتا
جو وہ ابر کرم پھر آبروئے خاک ہو جاتا — تو اس کے دو ہی چھینٹوں سے زمانا پاک ہو جاتا

حسن اہل نظر عزت سے آنکھوں میں جگہ دیتے
اگر یہ مشت خاک ان کی گلی میں خاک ہو جاتا

مولانا ظفر علی خان

مولانا ظفر علی خان کا نام ادبی دنیا میں محتاج تعارف نہیں۔ مولانا کی سیاسی نظموں نے اچھے اچھوں کو چونکا دیا۔ مولانا نظم میں روانی، سلاست اور جدت طرازی کے اعتبار سے کسی اہل زبان سے

پیچھے نہیں رہے چنانچہ فرماتے ہیں:

دہلی و لکھنؤ کا ہے میری زباں میں لوچ

اور یہی زبان جب انہوں نے نعت میں استعمال کی تو نعت کو لطافتوں کا سمندر بنا دیا۔ اگر چہ ان کی نعتوں کی تعداد کم ہے پھر بھی انہوں نے جو نعتیں لکھیں وہ یہ کہنے پر مجبور کرتی ہیں کہ ان کی نعت، نعت کی معراج ہے۔ ان کی نعت وقت کے تقاضوں کا پورا خیال رکھتے ہوئے ثابت کرتی ہے کہ نعت میں بھی غزل کی طرح اپنے آپ میں بدلتے ہوئے حالات کو سمونے کی صلاحیت ہے۔

نمونہ کلام

اے خاور حجاز کے رخشندہ آفتاب — صبح ازل ہے تیری تجلی سے فیض یاب

زینت ازل کی ہے تو ہے رونق ابد کی تو — دونوں میں جلوہ ریز ہے تیرا ہی رنگ و آب

چوما ہے قدسیوں نے ترے آستانے کو — تھامی ہے آسماں نے جھک کر تری رکاب

شایاں ہے تجھ کو سرورؐ کونین کا لقب — نازاں ہے تجھ پہ رحمت دارین کا خطاب

برسا ہے شرق و غرب پہ ابر کرم ترا — آدم کی نسل پر ترے احساں ہیں بے حساب

خیرالبشر ہے تو تو ہے خیرالامم وہ قوم

ہے جس کو تیری ذات گرامی سے انتساب

وہ اٹھا خاکِ بطحا سے سعادت کا امیں ہو کر — علمبردارِ حق بن کر، سپہ سالار دیں ہو کر

عرب کے واسطے رحمت، عجم کے واسطے رحمت — وہ آیا لیکن آیا رحمت العالمیں ہو کر

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہی تو ہو — ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمہی تو ہو

پھوٹا جو سینۂ شب تار الست سے — اس نور اولین کا اجالا تمہی تو ہو

گرتے ہوئے کو تھام لیا جس کے ہاتھ نے — اے تاجدار و یثرب کو بطحا تمہی تو ہو

محمدؐ مصطفیٰ گنج سعادت کے امیں تم ہو — شفیع المذنبین ہو، رحمت اللعالمیں تم ہو

اگر پروردگار انس و جاں کو ہم نے پہچانا — بلا شبہ و بلاشک اس کی وجہ اولیں تم ہو

ہوئی کافور ظلمت کفر کی جس کی شعاعوں سے — زمانے پر ہے یہ روشن کہ وہ مہر مبیں تم ہو

لقب جس کو دیا خیرالامم تاریخ عالم نے

اس امت کے نگہباں اس زمانے میں تم ہو

مولانا شبلی نعمانی

چونکہ نعت گوئی کسی خیالی قسم کے محبوب کی بجائے ایک نامور اور پاکیزہ ہستی سے ہے اس لیے اس ہستی خاص کی زندگی کے اہم واقعات کو قصیدے کی شکل میں نظم کرنا بھی نعت گوئی میں شامل ہو سکتا ہے۔اس سلسلے میں مولانا شبلی کا نام نامی بھی قابل ذکر ہے۔

مولانا نے حضور ﷺ سے متعلق کئی واقعات بڑے مؤثر انداز میں نظم کیے ہیں مثلاً ہجرت کا واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

جب کہ آمادۂ خوں ہو گئے کفار سبھی
لاجرم سرور عالم نے کیا عزم سفر

کوئی نوکر تھا نہ خادم، نہ برادر، نہ عزیز
گھر سے نکلے بھی تو کس شان سے نکلے سرورؐ

اک فقط حضرت بوبکرؓ تھے ہمراہِ رکاب
جن کی اخلاص شعاری تھی جو منظور نظر

رات بھر چلتے تھے دن کو کہیں چھپ جاتے تھے
کہ کہیں دیکھ نہ پائے کوئی آمادۂ شر

چونکہ سو اونٹ کا انعام تھا قاتل کے لیے
آپ کے قتل کو نکلے تھے کئی طالب زر

تین دن رات رہے ثور کے غاروں میں پنہاں
تھا جہاں عقرب وافعی کی حکومت کا اثر

بیم جاں، خوف عدو، ترک غذا، سختیٔ راہ
ان مصائب میں ہوئی اب شب ہجرت سے سحر

یاں مدینے میں غل کہ رسولؐ آتے ہیں
راہ میں آنکھیں بچھانے لگے ارباب نظر

لڑکیاں گانے لگیں ذوق میں آ کر اشعار
نغمہ ہائے "طلع البدر" سے گونج اٹھے گھر

ماں کی آغوش میں بچے بھی مچل جانے لگے
نازنیان حرم بھی نکل آئیں باہر

آل نجار چلے شہر سے ہو کر تیار
زرہ و جوشن و چار آئینہ و تیغ و سپر

دفعتہً کوکبۂ شہ رسلؐ آ پہنچا
غل ہوا صلی علیٰ، خیرالناس، بشر

جلوۂ طلعت اقدس جو ہوا عکس فگن
دفعتاً تار شعاعی تھا ہر اک تار نظر

طور پر حضرت موسیٰؑ کی صدا آتی تھی
آج اک اور جھلک سی مجھے آتی ہے نظر

سب کو تھی فکر کہ دیکھیں یہ شرف کس کو ملے
مہماں ہوتے ہیں کس اوج نشیں کے سرورؐ

سینے کہتے تھے کہ خلوت گۂ دل حاضر ہے
آنکھیں کہتی تھیں کہ دو اور تیار ہیں گھر

ہاں مبارک تجھے اے خاک حریم نبویؐ
آج سے تو بھی ہوئی خاک حرم کی ہمسر

متذکرہ نعت گو حضرات کے علاوہ مولانا حالی، علامہ اقبال، بیدم وارثی، اکبر وارثی، حمید صدیقی، بیان، یزدانی، محسن، ہادی اور سیماب نے بھی نعتیہ غزلیں، قصیدے اور مختلف نعتیہ اشعار لکھے جن کا تذکرہ اس وقت ممکن نہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی

جدید نعت اور روحِ عصر

نعت اپنے اساسی حوالے سے مدح ہے مگر یہ عمومی مدح نگاری سے مختلف بلکہ برتر ہے اس لیے کہ یہ اس وجودِ محترمؐ کے تذکرے پر مشتمل ہے جو ہمہ تن صداقت ہے، اس بنا پر نعت صرف اس صورت میں متحقق ہوتی ہے جبکہ اس میں صداقت بہر رنگ موجود ہو، شاعری کی عمومی کیفیت میں مدح نگاری مبالغہ بلکہ اغراق سے پرتاثیر ہوتی ہے مگر نعت میں صفات شماری کو بہر صورت حقیقت پسندانہ رہنا ہے، مضامین کے انتخاب میں توازن اور محرکات میں راست روی نعت کے لوازمات ہیں، اس کے لیے مدح نگار کی شخصیت کا باوقار ہونا اور اس کی پسند کا سراپا حدود آشنا ہونا ضروری ہے۔ یہ بھی یہ ہی حقیقت ہے کہ نعت، دل کی آواز اور جذبوں کی امین ہوتی ہے۔ صفت رحم کا تذکرہ کرنے والا صرف صفات کا شمار نہیں کر رہا ہوتا بلکہ رحم کا طالب بھی ہوتا ہے، رحمت تمام صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنے والا رحمتوں کے حصار کا متلاشی بھی ہوتا ہے۔ اس طرح صفات کا بیان، محرکات نعت سے ہم آہنگ بلکہ نعت گوئی کے لیے مہمیز بنتا ہے۔

نعت گو شاعر معاشرے کا حصہ ہوتا ہے، وہ بھی معاشرتی سکون و ہیجان سے متاثر ہوتا ہے اور پھر اپنی بساط کے مطابق معاشرتی رویوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نعت، مکانی و زمانی حوالوں سے آہنگ بدلتی ہے۔ تاریخ نعت گواہ ہے کہ نعت کا لہجہ معاشرتی کیفیات سے اثر لیتا رہا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور حضوری کا دور تھا اس لیے نعت حضوری کیف سے سرشار ہے۔ تابعینؒ کا دور اسی کیفیت کا تسلسل تھا، پھر اموی و عباسی خلافت کا دورانیہ آیا جس میں تخت حکومت کا جاہ و جلال شعراء کو بھی اپنے حصار میں لے گیا۔ نظریں خلفاء پر لگ گئیں۔ چھوٹی چھوٹی دیواریں، حجاب بن گئیں اور عظمت کا کوہ وقار نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ جاہ پرستی کا اثر نعت پر بھی پڑا اور نعت سے تقریباً صرف نظر ہو گیا۔ مدح اپنے پست معیار کے سبب دنیاداری کی اسیر ہو گئی۔ نعت صرف صوفیاء کے حلقے میں محدود ہو گئی۔ زوال بغداد کے بعد یہ کمتر سہارے سراب ثابت ہوئے تو رخ پھر ممدوح حقیقی کی طرف مڑا۔ نعت پر پھر سے شباب آ گیا۔ علامہ بوصیریؒ اسی دور کے نمائندہ مدح نگار ہیں۔ ایک حساس دل شاعر

نے جب جسدملی کا اضمحلال دیکھا تو برداشت نہ کر سکے۔ملت کا فالج قلب حزیں پرحملہ آور ہوا تو خود بھی فالج زدہ ہوگئے۔ یہ فالج زدگی نبوت ہے کہ مدح خوان کس طرح امت مسلمہ کے مسائل سے متاثر ہوتا ہے۔ بغداد کے زوال کے بعد پوری ملت اسلامیہ کرب میں مبتلا تھی۔اس کرب کی چیخ استغاثہ بن کر ہر شاعر کولرزا گئی۔

اٹھارویں صدی شکست و ریخت کی صدی تھی۔ملت اسلامیہ کے نشان ہائے عظمت پامال ہو رہے تھے،غلامی کا عفریت منہ کھولے آگے بڑھ رہا تھا،انیسویں صدی مزید انحطاط لائی،ادارے تباہ ہونے لگے۔مسلمان حکمران قتل و ہلاکت کا ہدف بننے لگے،دینی اور مشرقی علوم پر مغربی افکار کی یلغار بڑھنے لگی۔حالت یہ ہوگئی کہ ملت کا وقار ہی نہیں دھندلایا اعتماد بھی متزلزل ہوا۔اس تناظر میں شعراء کے خیالات اور رجحانات میں ہنگامہ بپا ہوا، دردمند شعراء عجیب مخمصے کا شکار ہوئے، لہجہ بدلا اور مضامین شعر میں انقلاب آیا،ملت کراہنے لگی تو شاعر کے جذبے بھی چیخ بن کر ہویدا ہونے لگے۔ زوال بغداد کا سا سماں 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد پیدا ہوا۔کوئی بوصیریؒ جیسا راہ باب وجود تو سامنے نہ آیا، ہاں علامہ فضل الحق خیرآبادیؒ کا سا مردحر ضرور پیدا ہوا، انڈیمان کی جلاوطنی کے عرصے میں ایسے ایسے المناک مناظر دکھائی دیے کہ جو استغاثوں کے روپ میں صفحۂ قرطاس پر بکھرے۔پھر کیا تھا؟ مدحیہ شاعری سراپا التجا بن گئی۔ایک دردبھری پکار جس میں استعانت کا خروش تھا، ماحول کو سوگوار کرگئی،شاعر دہائی دینے لگےاور ملت کے درد کا درماں طلب کرنے لگے۔اس والہانہ پن کا اثر ہر کہیں دکھائی دینے لگا۔غزل کا اسلوب پہلے ہی دردناک تھا اس اضطراب نے اس میں اور بھی دکھ بھر دیا،ملت غلامی کے عذاب سے گزر رہی تھی،شاعری بھی اس قلق کا مظہر بن گئی، برصغیر پاک و ہند کی مجموعی شاعری خواہ وہ کسی زبان میں تھی، ان جذبوں سے معمور ہوگئی اور غزل ہو یا نظم اس مضطربانہ آہنگ میں شریک ہوگئی۔

1857ء کے بعد کی شاعری ان مسائل کی نشاندہی کرنے لگی جو ملت کو درپیش تھے۔ان مسائل میں سے نمایاں تر تو غلامی کا دکھ تھا۔ماضی کے جلال کا فقدان تھا،محرومی کا احساس کہلانے لگا تھا اور سفید فام آقاؤں کے زیراثر ملت کی عظمت کے نشانوں کو مٹنے کا غم تھا۔غلامی کے نتیجے میں ماوری بےتوفیقی، معاشی گرسنگی اور معاشرتی بےوقاری کے زخم بھی تھے جو روز بروز تازہ ہوتے جارہے تھے۔ غزل کا آہنگ کوئی بھی ہو اس فاقہ مستی کا حوالہ لازم تھا،نظم کا موضوع کوئی بھی ہو، بےبسی اور لاچارگی کا تذکرہ ضروری تھا حتی کہ خالص دینی شاعری میں مدح ومنقبت کے جلو میں محرومیوں کے تذکرے نمایاں تھے،بعض غزلیں سوگواری کا لبادہ اوڑھے تھیں تو بعض درد کی حکایات کے اشارات سے پر تھیں۔شاعر جو شعور کا ترجمان ہوتا ہے جس کا خمیر حساسیت سے گندھا ہوتا ہے۔ معاشرے کے اضطراب کو بہتر طریق سے محسوس کرتا ہےاور چونکہ اس کے قوت اظہار کا جوہر بھی ہوتا ہے اس لیے اس

کے ہاں درد کی تجرید، واضح تشخص پانے لگتی ہے۔ اردو شاعری کی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے ابتداء ہی سے دور ابتلاء ہی دیکھا ہے اس لیے اس کے مزاج میں درد کی حکایت زیادہ قوت سے نمودار ہوئی ہے۔ اردو شاعروں کے دیوان تو ترتیب ہی اسی فضا میں پاتے رہے ہیں۔

درد جب کتنے کئے جمع تو دیوان کیا

اس لیے اردو شاعری کا ہر دیوان حکایت غم ہی ہے، یہ غم ذاتی بھی ہو سکتا ہے اور اجتماعی بھی، اجتماع کے حوالے سے ترتیب پانے والے مجموعے عمومی پذیرائی کے اہل ٹھہرے کہ ان میں سب کا دکھ تھا اس لیے یہ اشعار ہر کسی کے دل پر دستک دیتے تھے۔ کثرت سے کہے گئے ان اشعار میں سے چند کا حوالہ دینا ایضاح مقصود کے لیے کافی ہوگا۔

مولانا فضل حق خیر آبادیؒ تو ذاتی طور پر آزمائش سے گزر رہے تھے مگر ان کے اشعار ذاتی کرب کی نمائندگی نہیں کرتے بلکہ ملی درد کی اس کیفیت کا اظہار ہیں جو استعمار کے ظلم کا نتیجہ تھی۔ مولانا مرحوم کے اشعار میں استغاثہ بھی ہے، حالت زار کا بیان بھی ہے اور ردعمل کا ہیجان بھی۔ مولانا کفایت علی کافیؒ کی والہانہ صدا دکھی مگر پر اعتماد دل کی پکار تھی۔

کوئی گل باقی رہے گا نہ چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہؐ کا دین حسن رہ جائے گا
سب فنا ہو جائیں گے کافی ولیکن حشر تک
نعت حضرتؐ کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

پر آشوب دور کا جبر کبھی گلہ وشکوہ کی صورت بھی دھارنے لگا۔ قاضی منیر الحسن کا انداز ایسا ہی تھا۔

تجھ سے فریاد ہے اے گنبد خضرا والے — پر رسول اللہؐ کا دین حسن رہ جائے گا
کہ تیرے رحم کے شایاں تری امت نہ رہی — ان کے بعض اشعار تو شکوہ کی بے باکی پر منتج ہوئے

مولانا الطاف حسین حالیؒ اردو شعراء کا وقار بھی ہیں اور اسلوب طریقہ بھی۔ حالی کی مسدس ایک تاریخی حکایت بھی ہے اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی امید بھری پکار بھی مگر استغاثہ کے روپ میں ایک نظم جو دربار رسالت ﷺ پر عرض کی گئی امت کی درد بھری کہانی بھی ہے اور طلب واستعانت کے عمدہ ذوق کی ترجمان بھی ہے۔ لہجہ مؤدب ہے اور خلوص کا مظہر بھی۔

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے — امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

ماضی کا شکوہ پیش نظر ہے اور حال کی بدحالی کا نوحہ ہے۔ زوال کس قدر گھمبیر ہے اور معاملہ کہاں تک جا پہنچا ہے۔ مولانا دردناک لہجے میں اظہار کرتے ہیں۔

ڈر ہے کہ کہیں نام بھی مٹ جائے نہ آخر — مدت سے اسے دور زماں میٹ رہا ہے

اس کرب ناک کیفیت میں بھی مایوس نہیں ہیں کہ اگرچہ تباہی بہر رنگ نمودار ہے جس کا

اعتراف بھی ہے۔

فریاد ہے اے کشتیِ امت کے نگہبان   بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

مگر اس مایوس کن حالت میں بھی امید کی کرن روشن ہے

تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی   ہاں ایک دعا تیری کہ مقبول خدا ہے

پھر تو درماں طلبی کا رجحان اس قدر عام ہوا کہ ہر شاعر دربار رسالتؐ میں دست بدعا کھڑا ہو گیا۔ ماضی کے شکوہ کا تذکرہ تقابل کی خاطر کیا گیا، حالت زار کی ابتری کا احساس ہر دردمند شاعر کو تھا، وہ انقلاب حال کی تمنا بھی کرتا رہا اور جب بے بسی محسوس کرنے لگا تو پناہ گاہ عالم ﷺ کو پکارنے لگا۔

علامہ اقبالؒ کی شاعری فلاح ملت کے لیے وقف تھی، انہوں نے بحور و اوزان بدل بدل کر ملت کے درد کا تذکرہ کیا۔ خواب غفلت میں گرفتار امت کو جھنجھوڑا، بیداری کا درس دیا اور نہایت خلوص اور دردمندی سے اسی لیے حکیم الامت کہلائے اور ملت اسلامیہ کے شاعر قرار پائے۔ ملت اسلامیہ کے اس گروہ سے ان کا اپنا تعلق تھا جو برصغیر میں بس رہا تھا اس لیے ان کی پہلی نظر باشندگان ہند پر پڑی اس لیے ان کی التجاؤں کا اولین محور بھی اہالیان ہند ہی تھے چنانچہ فرماتے ہیں۔

رلاتا ہے ترا نظارہ اے ہندوستان! مجھ کو
کہ عبرت خیز ہے تیرا فسانہ سب فسانوں میں
وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

یہ ایک تنبیہہ تھی جو صاحب خلوص و محبت کی زبان پر آئی اس لیے کہ وہ اپنے مخاطبین کا بھلا چاہتا ہے مگر شاعر اپنے فرائض سے غافل نہیں ہے۔ علامہ محسوس کرتے ہیں کہ ایک امتی کی حیثیت ان کا فرض بنتا ہے کہ وہ درمان امت کے در پر دہائی دیں کہ خیر کی خیرات وہیں سے ملتی ہے اس لیے پکارتے ہیں اور درماں طلبی کے لیے حاضر دربار ہوتے ہیں۔

کرم اے شہ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظر کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنہیں دماغ سکندری

کبھی اعتراف کرتے ہوئے طلب اعانت ہیں۔

شیرازہ ہوا ملت مرحوم کا ابتر
اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے

علامہ مرحوم پورے اعتماد کے ساتھ در رحمت پر حاضر ہوتے ہیں اور پکارتے ہیں۔

تو اے مولائے یثرب آپ میری چارہ سازی کر
مری دانش ہے افرنگی مرا ایماں ہے زناری

تو کبھی دوری سے استغاثہ کرتے ہیں

اے باد صبا کملی والے جا کہیو پیغام مرا
قبضے سے امت بے چاری کے دین بھی گیا دنیا بھی گئی

یہی دردشاعر کو ترجمان قوم کا منصب عطا کرتا ہے۔ یہ رویہ یہ شاعر کو یہ امتیاز عطا کرتا ہے کہ وہ مسائل کے حل کا اہل قرار پاتا ہے۔ وہی شاعری زندہ رہتی ہے جو زندگی کے حقائق کا ادراک کرتی ہے اور عصر موجود میں بھی زندہ رہتی ہے اور آنے والے ادوار میں بھی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتی ہے۔ علامہ اقبال ایسے ہی عہد آشنا شاعر تھے جو حکیم الامت بھی تھے اور ترجمان ملت بھی تھے۔ علامہ مرحوم اپنے دور کے بھی رہنما تھے اور آنے والے ادوار کے بھی رہبر رہیں گے۔

اردو شاعری ایسے شعراء کی کثیر تعداد رکھتی ہے جو بالغ نظری کے جوہر سے مزین ہیں اس لیے اردو شاعری حقائق آشنا ہے۔ نعت نگار بھی کوئی استثنا نہیں رکھتے۔ ان کے ہاں بھی مسائل کا ادراک ہے مگر ان کا یہ تفوق بھی حاصل ہے کہ وہ صرف نشان دہی ہی نہیں کرتے ان کے حل کا طریقہ اور عمل بھی بتاتے ہیں۔ عصر حاضر میں نعتیہ شاعری کو بڑا فروغ حاصل ہوا ہے۔ زوال بغداد کے بعد بھی نعتیہ شاعری زیادہ نمایاں ہوئی تھی۔ عصر عاضر میں ملت اسلامیہ کی زبوں حالی بھی نعت کی تحریک دے رہی ہے۔ سہارے کی تلاش قبلہ رو ہونے کی دعوت ہے۔ صرف ایک نمائندہ شاعر کے تذکرے پر اکتفا کرتے ہیں جو نعت کا نمائندہ شاعر بھی تھا اور قلب حساس کا مالک بھی تھا۔

حفیظ تائب عصر حاضر کا وہ شاعر ہے جس کی شاعری کا سارا کینوس نعت ہی سے بنا گیا ہے۔ نعت ان کا مسئلہ نہ تھا، دل کی آواز تھی، ان کی فکر نعت آشنا تھی۔ لوازمات نعت کا انہیں احساس تھا، ان کے قلب تپیدہ پر نعت کی فضا سائبان تھی اور ان کی معلومات، موضوعات سے لبریز تھی، ان کے جذبے پاکیزہ تھے اس لیے محرکات نعت بھی بڑے باادب تھے، ان تمام صلاحیتوں کے ساتھ امت مرحومہ کے غموں سے بھی آشنا تھے اور امت کا درد ان کا اپنا درد تھا اس لیے امت کے مسائل کا تذکرہ ذاتی حوالے سے لبریز ہے۔ امت کے درد کا تذکرہ کرتے ہیں:

کشمیر ہو یا بوسنیا، چیچنیا ہوں — اعدا کے کڑے ہات ہیں اے سید ساداتؐ
آشوب زمانہ سے نمٹنے کے لیے ہم — محتاج عنایات ہیں اے سید ساداتؐ

کبھی ملتجیانہ سوال کرتے ہیں:

کب تک رہے گی ملت بیضا رہین — اے چارہ ساز درد بشر سید البشرؐ

کبھی وقتی بے بسی کا اظہار کرتے ہیں:

یہ حال زبوں امت مرحوم کا یارب — اب شاعر سرکارؐ سے دیکھا نہیں جاتا
پھر ملت بیضا کو سرفراز جہاں کر — اب پھیر دے ماضی کی طرف چہرہ فردا

ایک نعت میں امت کا سارا درد سمٹ آتا ہے۔ نعت کیا ہے۔ ایک دہائی ہے جو نبی اکرم ﷺ کی نظر رحمت کی طلب گار ہے۔ استغاثہ کی عمدہ مثال ہے:

اے مظہر لایزال آقاؐ سرتا بہ قدم جمال آقاؐ
وحشی ہے صر صر حوادث گرتا ہوں مجھے سنبھال آقاؐ
جائیں تو کدھر کہ چار جانب فتنوں کے بچھے ہیں جال آقاؐ
ہر سمت سے حسرتوں نے گھیرا ہوں آج شکستہ حال آقاؐ
گھبرا کے مصائب و فتن سے کی جرأت عرض حال آقاؐ
دم گھٹنے لگا ہے تیرگی میں پھر جادۂ جاں اجال آقاؐ
امت کو عروج پھر عطا ہو غم سے ہے بہت نڈھال آقاؐ

ایک نعت جو عرض حال بھی ہے اور ہر دل کی آواز بھی اس لیے اس نعت کا ہر سامع شاعر کے جذبات میں شریک ہے۔

دے تبسم کی خیرات ماحول کو ہم کو درکار ہے روشنی یا نبیؐ
ایک شیریں جھلک ایک نوریں ڈلک تلخ و تاریک ہے زندگی یا نبیؐ
اے نوید مسیحا تری قوم کا حال عیسیٰؑ کی بھیڑوں سے ابتر ہوا
اس کے کمزور اور بے ہنر ہاتھ سے چھین لی چرخ نے برتری یا نبیؐ
روح ویران ہے آنکھ حیران ہے ایک بحران تھا ایک بحران ہے
گلشنوں، شہروں، قریوں پہ ہے پر فشاں ایک گھمبیر افسردگی یا نبیؐ
رازداں اس جہاں میں بناؤں کسے روح کے زخم جا کر دکھاؤں کسے
غیر کے سامنے کیوں تماشہ بنوں، کیوں کروں، دوستوں کو دکھی یا نبیؐ
زیست کے تپتے صحرا پہ شاہ عرب، تیرے اکرام کا ابر برسے گا کب
کب ہری ہوگی شاخ تمنا مری، کٹے مٹے گی مری تشنگی یا نبیؐ
یا نبیؐ اب تو آشوب حالات نے تیری یادوں کے چہرے بھی دھندلا دیے
دیکھ لے تیرے تائبؒ کی نغمہ گری، بنتی جاتی ہے نوحہ گری یا نبیؐ

عصر جدید کی اردو شاعری کا یہ جزوی جائزہ واضح کرتا ہے کہ اس دور کے نعت گو شعراء اپنے فرض منصبی سے غافل نہیں ہیں۔ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ درپیش مسائل پر ان کی گہری نظر ہے۔ یہ شعور شاعر کی زندگی پر بھی دال ہے اور باخبری پر بھی۔ عصر حاضر کے وہ مسائل جو امت مسلمہ کو درپیش رہے، ان کا ادراک تقریباً ہر حساس شاعر کو ہے۔ احمد ندیم قاسمی اگر یثرب سے فلسطین میں آمد کی خواہش کر

رہے ہیں تو ان کی عصری مسائل کے حل کی تمنا کا مظہر ہے۔ پورے قد سے کھڑا ہونے کا احساس بھی اسی رجحان کا عکاس ہے۔ احسان دانش اگر عہد حاضر کی مہلک فضا میں بھی موت سے خائف نہیں تو اسے بھی رحمت عالم ﷺ کی سنت نے سہارا دے رکھا ہے۔ حفیظ جالندھری اگر نئی شیرازہ بندی کا خواستگار ہے تو رحمت عالم ﷺ کی ہمہ جہتی رحمت سے فیض یاب ہے۔ غرضیکہ عصر حاضر کا ہر شاعر اپنے اور اپنے دور کے مسائل کے حل کے لیے اسی دربار کا زلہ ربا ہے۔ اس تناظر میں جب بڑے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ جدید نعت امت مسلمہ کے مسائل سے آگاہ بھی ہے اور ان کے دل کے لیے در رحمت پر دستک بھی دے رہی ہے۔ یہی امید مستقبل کے نعت گو شعراء سے بھی ہے کہ وہ اپنی محبتوں کے نذرانے بارگاہ رحمت میں پیش کرتے وقت امت کو درپیش گھمبیر مسائل پر بھی نظر رکھیں گے کہ اسی میں ان کی شاعری کی تابندگی قائم رہے گی۔

☆☆☆

علامہ محمد شہزاد مجدّدی

شیخ محقق کی نعتیہ شاعری

حضرت شیخ محقق، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (متوفی 1052ھ) برصغیر پاک و ہند کے ان سربرآوردہ اور نامور علماء مشائخ میں سے ہیں جن کی علمی و روحانی خدمات کا ایک جہان معترف ہے۔ عموماً آپ کا تعارف بحیثیت ایک محدث، فقیہ اور صاحب طریقت شیخ کے کرایا جاتا ہے۔ لیکن آپ ان شعبہ جات کے علاوہ ایک ماہر تاریخ دان، بہترین انشاء پرداز اور قادرالکلام شاعر کے طور پر بھی بلند پایہ مقام کے حامل تھے۔ سخنوری کے رموز واسرار سے آشنائی کے ساتھ ساتھ آپ اچھے شعر کے برمحل استعمال پر بھی کمال قدرت رکھتے تھے۔ آپ کی گراں قدر علمی تصنیفات مثلاً اشعۃ اللمعات شرح مشکٰوۃ، اخبارالاخیار، تاریخ حقی، المکاتیب والرسائل اور شرح فتوح الغیب میں شعرگوئی اور شعرشناسی کے حوالے سے اعلیٰ ذوق کا اظہار جابجا دکھائی دیتا ہے۔ بقول صائب تبریزی

آنکہ اول شعر گفت آدم صفی اللہ بود
طبع موزوں حجت فرزندی آدم بود

حضرت شیخ محققؒ کے بزرگوں میں سے ان کے دادا شیخ سعداللہ کے والد محترم شیخ فیروزؒ جامع فضائل صوری و معنوی تھے اور شعر و سخن کا بہترین ذوق رکھتے تھے۔ اخبارالاخیار (فارسی مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ 299) میں ان کا تذکرہ جناب شیخ نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

''جامع فضائل صوری و معنوی و وہبی و کسبی بود، در علم و شعر و شجاعت و سخاوت و ظرافت و لطافت و عشق و محبت و سائر صفات حمیدہ بے عدیل عصر، معنی حلویت و شعر و ظرافت درخانہ ما از وے پیدا شد''

(ترجمہ) وہ ظاہری و باطنی اور وہبی و کسبی فضائل کے جامع تھے۔ علم، شعر، شجاعت، سخاوت، خوش طبعی، بذلہ سنجی، عشق و محبت اور دیگر خوبیوں میں بے مثل تھے۔ شاعری اور خوش ذوقی کی بنا ہمارے خاندان میں ان ہی سے پڑی۔''

انہوں نے بہلول لودھی اور سلطان حسین مشرقی کی جنگ کا پورا واقعہ نظم کیا تھا۔ شیخ محققؒ نے اس کے دو شعر اخبارالاخیار میں نقل کئے ہیں۔ حسین مشرقی نے بہلول کو مخاطب کر کے کہا۔

ایا قابض شہر دہلی شنو! حیاتت چو خواہی زیںجا برو
منم قابض ملک ما راست ملک خدا داد ما را خدا را ست ملک

شیخ فیروز 860ھ بمطابق 1455ء میں بہرائچ کے کسی معرکہ میں شہید ہو گئے تھے اور وہیں سپرد خاک کئے گئے تھے۔

حضرت شیخ محقق کے تایا جان شیخ رزق اللہ مشتاقی اور والد محترم شیخ سیف الدین سیفیؒ بھی شعر گوئی کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ شیخ رزق اللہ (897-989ھ) فارسی و ہندی زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ فارسی کلام میں مشتاقی اور ہندی میں راجن تخلص کرتے تھے۔ عربی، فارسی اور سنسکرت میں انہیں مہارت حاصل تھی۔ حضرت مشتاقی کی ہندی تصانیف میں ''پیمان'' اور ''جوت نرنجن'' جبکہ فارسی میں ''واقعات مشتاقی'' (لودھی خاندان کی تاریخ) مشہور ہیں۔ طریقت میں آپ سلسلہ شطاریہ کے مشہور شیخ حضرت شاہ محمد ملاوہ المعروف بہ مصباح العاشقینؒ (م۔900ھ) کے مرید تھے جبکہ آپ کے والد شیخ سعد اللہؒ بھی اسی بزرگ کے دست حق پرست پر بیعت تھے۔

صاحب اخبار الاخیار نے آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

(ترجمہ) حضرت شیخ رزق اللہ ایک باکمال شخصیت، عالم اجل اور ان اہل عرفان ہستیوں میں سے تھے۔ جن کی مثال زمانے میں کم ملتی ہے۔ وہ بزرگوں کی نشانی تھے۔ ظاہری و باطنی خوبیوں کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب جذب وشوق، سلیم العقل، وسیع الظرف، صابر وشاکر، درد آشنا اور احوال روحانی کے اعتبار سے نادر روزگار تھے۔ باوجودیکہ ان کی عمر بانوے سال ہوئی لیکن ذوق وشوق اور محبت میں کبھی کمی نہ آئی۔ مصرعہ ذیل ان کے احوال پر صادق آتا ہے۔

''من اگر پیر شدم عشق جوانست ہنوز'

حضرت شیخ محققؒ نے ان کی تاریخ وفات درج ذیل تاریخی قطعہ سے نکالی ہے جو کہ اخبار الاخیار میں مذکور ہے۔

قطعہ

مخدومی عارف زمان مشتاقی
وی گفت بوقت نقل مشتاق ھم
حقی چو بتاریخ وفاتش نگریست
نوک قلمش ہماں سخن کرد رقم

حضرت محدث دہلویؒ کے والد شیخ سیف الدین قادریؒ المتخلص بہ سیفی ایک صاحب حال صوفی، عالم باعمل اور اچھے شاعر تھے۔ ابتداء میں سلسلہ سہروردیہ کے ایک عالم کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔

بعدازاں ہندوستان کے معروف وحدت الوجودی بزرگ شیخ امان پانی پتیؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔آپ کو اپنے شیخ طریقت کے ساتھ بے حد عقیدت تھی۔توحید وجودی کے مقامات و مراتب سے کمال درجہ کی آگاہی رکھتے تھے۔شیخ محققؒ نے اخبار الاخیار میں آپ کی روحانی استعداد اور مسائل وحدت الوجود سے واقفیت کے حوالے سے جامع تبصرہ رقم فرمایا ہے۔اپنے بیٹے کے لئے شیخ سیف الدین قادریؒ کی یہ نصیحت نہایت معنی خیز اور جامعیت کی حامل ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں۔

''باہیچ کس در بحث علم نزاع نہ کنی و کلفت نرسانی، اگر دانی کہ حق بجانب دیگر است قبول کنی، وگرنہ دو سہ بار بگو' ملائے خشک و ناہموار نباشی''

(ترجمہ) کسی کے ساتھ علمی مباحث میں جھگڑا نہ کرنا اور تکلیف نہ پہنچانا۔اگر دیکھو کہ دوسرا حق بجانب ہے تو مان لو، بصورت دیگر دو تین بار کہہ دیکھو۔نا معقول اور خشک مولوی نہ بننا۔

شیخ سیف الدین سیفیؒ کو اپنے مرشد کے ساتھ جو عقیدت تھی اس کا اظہار انہوں نے درج ذیل اشعار میں کیا ہے۔

ہر چہ از من در سخن آید یقیں　　　ہست ہم از صحبت آں مرد دیں
ورنہ چہ حد است کہ راز دروں　　　از دہن چوں منے آید بروں
من کیم و کیستم و چیستم　　　از دم عیسیٰؑ نفسی زیستم
اوست دریں راہ مرا رہنما　　　خاک درش چشم مرا توتیا

حضرت شیخ عبدالحق محدثؒ دہلوی کو شعری ذوق ورثہ میں ملا اور قریب قریب یہی رنگ عقیدت ان کے کلام میں بھی پایا جاتا ہے۔آپ کے معاصرین میں جہاں بیشتر نادر روزگار علماء و مشائخ کا تذکرہ ملتا ہے، وہیں اس دور کے قادر الکلام، فصیح اللسان اور معجز رقم سخنور اور شعراء بھی اپنے اپنے خامہ ہائے درفشاں لئے قرطاس وقت پر حروف و الفاظ کے موتی بکھیرتے نظر آتے ہیں۔

دور اکبری، سلطنت جہانگیری اور عہد شاہجہانی میں فن شعر گوئی کی غیر معمولی حوصلہ افزائی اور سرپرستی کے باعث ابوالفیض فیضی، بیرم خان بیرم، جمال الدین عرفی شیرازی، نظیری نیشاپوری، نور الدین ظہوری، منیر لاہوری، طالب آملی، ناصر علی سرہندی، خواجہ ہاشم کشمی اور جان محمد قدسی جیسے شعراء مغل درباروں کی رونقیں دوبالا کرنے کے علاوہ ہندوستان میں تیموری عہد کی علمی و ادبی، سیاسی و معاشرتی سرگرمیوں کی منظوم تاریخ بیان کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

ایسے بھرپور شعری ماحول میں رہ کر شعر سے لاتعلقی یقیناً ایک صاحب علم اور دردمند انسان کے لئے ممکن نہیں رہتی۔شیخ محقق نے شعر کہنے کے لئے اپنے نام کی مناسبت سے ''حقی'' تخلص اختیار فرمایا اور جابجا اپنے کلام میں اسے استعمال بھی کیا ہے۔شیخ نے اپنی ایک تاریخی تصنیف جس میں سلطان محمد غوری سے عہد اکبری تک کے احوال مندرج ہیں کا نام بھی اسی رعایت سے ''تاریخ حقی'' رکھا ہے۔

حسب معمول اس میں بھی اپنے اشعار نقل فرماتے ہیں۔

حقی زپئے قصہ و افسانہ شدی چوں مردم روزگار فرزانہ شدی
درویشی تراز ذکر شاہاں چہ غرض مفتون سخن گشتی و دیوانہ شدی
حقی توز تاریخ و حکایات گوئی در راہ تتبع روایات مپوئی
در زاویہ فقر نشستی ،کارے جز ذکر خدا نفی و اثبات مجوئی

(بحوالہ رود کوثر)

آپ کا مجموعہ کلام جس میں غزلیات، قصائد، قطعات و رباعیات اور مثنویاں غرض تمام اصناف سخن شامل تھیں۔ ''حسن الاشعار'' کے نام سے مرتب ہوا۔ غالباً یہی مختصر مجموعہ وہ دیوان تھا جو گزشتہ صدی کے آخر یا اس صدی کے شروع میں نواب علی حسن خاں مولف ''صبح گلشن'' نے دیکھا تھا۔ تذکرہ صبح گلشن میں نقل شدہ اشعار جن کا ادبی مزاج روایتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

شوخ چابک سوار من نگرید فتنۂ روزگار من نگرید
کوہ کن کوہ کند من جاں را کار او نیز و کار من نگرید
اے خوش آندم کہ بارقیباں گفت حقی خاکسار من نگرید

چوں من میرم چہ حاصل گر لبت آرام جاں باشد
من از حسرت بمیرم، او بکامِ دیگراں باشد
بہر جوریکہ آں مہ می کند، از جا مرو حقی
کہ بدخوی مرا شاید کہ مقصود امتحاں باشد

(بحوالہ رود کوثر۔ مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامی)

پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں۔

شیخ عبدالحقؒ نے ایک بیاض ''حسن الاشعار فی جمع الاشعار'' کے نام سے جمع کی تھی جس کا ذکر فہرست التوالیف میں کیا ہے۔ اس کا کوئی نسخہ موجود نہیں ہے، ایام طالب علمی میں ایک مثنوی لکھی اس کا بھی اب پتہ نہیں ملتا۔'' ان حالات میں شیخ محدثؒ کے شاعرانہ کمالات کے متعلق تفصیلی بحث ممکن نہیں ''آداب المطالعہ والمناظرہ'' لکھی وہ بھی نایاب ہے، ''صحیفۃ المودۃ'' میں دوستوں کے نام خطوط تھے۔ ان کی تصانیف میں اشعار کثرت سے ملتے ہیں اور غالباً بیشتر ان ہی کے ہیں لیکن یقین کے ساتھ ان کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ بہر حال جن اشعار کے متعلق یقین ہے کہ وہ شیخ محدثؒ ہی کے ہیں، ان کی بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ ان کے کلام میں درد، تاثیر، علو معانی، استادانہ پختگی اور شیرینی سب کچھ ہے۔''

(حیات شیخ عبدالحق۔ صفحہ 212)

متفرق اشعار

صد شکر کہ از تشنگی غم رستم چوں قطرہ بدریای کرم پیوستم
برکشتی توفیق ازل بنشستم وز زمزم قدس چہرہ دل شستم

(جذب القوب)

رفت بر بوئے سر زلف تو حقی بچمن ورنہ کے بوئے نسیم سحری بود غرض

....

شب فراق کہ از ہجر یاری گریم بہانہ درد کنم زار زاری گریم
بہر کجا کہ بود ماتمی روم آنجا بدیں بہانہ زہجر نگار می گریم
رنگ حنا ست بر کف پای مبارکت یا خون عاشق است کہ پامال کردہ

(بحوالہ حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

حضرت شیخ محدثؒ کو لاہور کے معروف قادری بزرگ حضرت شاہ ابو المعالی قادریؒ (م۔1024ھ) کی ذات گرامی کے ساتھ ایک خاص انس اور لگاؤ تھا۔ شرح مشکوٰۃ اور شرح فتوح الغیب ان ہی کے ایما پر لکھی گئی ہیں۔ حضرت شیخ محقق شاہؒ صاحب قدس سرہٗ کے ساتھ مختلف انداز سے اظہار عقیدت کرتے رہے اور غالباً شاہ ابوالمعالیؒ کے بلند پایہ شعری ذوق کے پیش نظر ہی ایک منظوم عریضہ ان کی خدمت میں ارسال کیا جو ان کی شدت ارادت اور قادری الکلامی کا آئینہ دار ہے۔ ڈاکٹر ظہو الدین احمد (ممتاز محقق) نے اسے ''مقامات داؤدی'' مخطوطہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے، بطور تبرک چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

ای باد صبا بہ نیک فالی روبر در شاہ ابو المعالی
آں شاہ سریر علم و عرفان سر حلقہ اہل ذوق و وجدان
برجادہ عارفان آگاہ مقبول ازل عزیز درگاہ
از بندہ بوی دعا رسانی باہر ادبے کہ میتوانی
گو شوق تو از حد فزون است از حیطہ گفت و گوبرون است
مشتاق جمال تست حقی جویای جمال تست حقی
من بندہ این درست کیشان جان و دل من فدای ایشان

(پاکستان میں فارسی ادب کی تاریخ صفحہ 28)

حضرت حقّی علیہ الرحمۃ کو بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے جو والہانہ لگاؤ اور دلبستگی ہے اس کا اظہار جا بجا ان کی نظم ونثر میں ملتا ہے۔ آپ اپنی تصنیفات وتالیفات کو مدح حبیبؐ سے مزیّن کر کے

اپنی والہانہ عقیدت کا ہدیہ بحضور سرورِ کونین ﷺ پیش کرتے ہیں۔

رسولٌ کریمٌ نبیٌ نبیہٌ رفیعٌ شفیعٌ عزیزٌ وجیہٌ
بشیرٌ نذیرٌ سراجٌ منیر رحیمٌ فخیمٌ عظیمٌ خطیر
رضیٌ وصیٌ تقیٌ نقی سخیٌ بہیٌ علیٌ ملی
عطوفٌ رؤفٌ کریمٌ رحیم علیمٌ رحیمٌ سلیمٌ کلیم

اخبار الاخیار کے مقدمے میں مذکور سعدی شیرازیؒ کے رنگ میں کہے گئے یہ نعتیہ اشعار بھی ایک خاص کیفیت کے حامل ہیں۔

خسف القمر بجمالہ عجز البشر بکمالہ
نطق الحجر بجلالہ صلوا علیہ وسلموا
ملاء الخلاء بخیرہ خرق السّماء بسیرہ
ما ساغ ذاک لغیرہ صلوا علیہ وسلموا
شرق المکان بنورہ سرّ الزمان بسورہ
نسخ الملل بظہورہ صلوا علیہ وسلموا
کشف الشبہ ببیانہ رفع العلیٰ بمکانہ
اکرم برفعۃ شانہ صلوا علیہ وسلموا
فلتہتدوا بشریعتہ ثم اقتدوا لطریقتہ
فتحققو ا لحقیقتہ صلوا علیہ وسلموا

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرّہٗ کے مذکورہ بالا اشعار ان کے علم وفضل کی رفعتوں کے عکّاس ہی نہیں بلکہ ان کی باطنی کیفیات کے ترجمان بھی ہیں۔

شیخ محققؒ اپنے تمام تر علم وفضل اور بلند پایہ روحانی کیفیات کے باوصف ایک سچے عاشق رسول ﷺ ہیں اور جب آپ کو متوجہ الی المدینہ یا یوں کہئے کہ جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب کے آئینے میں دیکھا جائے تو آپ منصب فنا فی الرسول پر فائز نظر آتے ہیں۔ آپ کی تمام تر (دستیاب) شعری نگارشات میں سب سے نمایاں اور بھرپور تخلیق آپ کا تحریر کردہ نعتیہ قصیدہ ہے جو آپ نے رسالت مآب ﷺ کی محبت اور عقیدت سے سرشار ہو کر لکھا اور اسے قبولیت عامہ وخاصہ حاصل ہوئی۔

اخبار الاخیار کے آخر میں ۵۹ اشعار پر مشتمل یہ مبارک قصیدہ درج ہے۔

منتخب ابیات ملاحظہ فرمائیں۔

بیا اے دل دمے از ہستی خود ترک دعویٰ کن
میفگکن چشم برصورت نظر در عین معنی کن
بیا در انجمن خلوت گزین و ازرہ دیگر
بچشم دل جمال دوست را ہر دم تماشا کن
بسرش غیر را محرم مگر داں بلکہ در خلوت
چناں پوشیدہ کن ذکرش کہ از دل نیز اخفا کن
وگر خواہی زباں بکشائی و راہ سخن پوئی
ثنائے پادشاہ یثرب و سلطان بطحا کن
سریر آرائے ملک آفرینش احمد مرسل
کہ پیش از وے نشد در ملک ہستی کار فرما کن
مخواں اورا خدا از بہر امر شرع و حفظ دیں
دگر ہر وصف کش میخواہی اندر مدحش املا کن
خرابم در غم ہجر جمالت یا رسول اللہ!
جمال خود نما رحمے بجان زار شیدا کن
بہر صورت کہ باشد یارسول اللہ کرم فرما
بلطف خود سروسامانِ جمع بے سروپا کن
محبِ آل و اصحاب تو ام کارِ منِ حیراں
بلطف خویش ہم امروز و ہم در روزِ فردا کن
بیا حقی مدہ تصدیع خدام جنابش را
کہ احوال تو معلوم است اظہارش مکن یا کن

زادالمتقین میں لکھا ہے کہ جب اس شعر پر پہنچے۔

خرابم در غم ہجر جمالت یا رسول اللہ!
تو دل بے قابو ہوگیا اور بقول خود ''گریہ زار زار در گرفت''

خلوص وعقیدت کا یہ والہانہ تقاضا قبول ہوا اور زیارت رسول اکرم ﷺ سے مشرف ہوئے۔
زادالمتقین میں شیخ نے چار مرتبہ حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہونے کا حال لکھا ہے۔

حضرت شیخؒ کی دستیاب نعتیہ شاعری پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ علم وعرفان اور عشق و سرمستی کی یکجائی نے ان کے کلام میں ایک خاص قسم کا دردوسوز پیدا کر دیا ہے جو بے اختیار پڑھنے والے پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ قال وحال پر مبنی ایسے ہی نعتیہ اشعار مدینہ منورہ کی تاریخ پر مشتمل ان کی

کتاب ''جذب القلوب''میں بھی ملتے ہیں:

در ہیچ ذرّہ نیست کہ نور محمدی — از طلعت وجود او نہ طالع است
دریائے فیضِ جود الٰہی وجود اوست — انہارِ کائنات بوے جملہ راجع است
نہ سپہر طاہر از انفاس فیض اوست — ایں نکتہ پیش اہل نظر امر واقع است
فردا لواءِ حمد بدستِ محمد است — متبوع اوست جملہ جہانش تابع است

....

اسی کتاب میں ایک اور ایمان افروز نعت بھی شامل ہے، ملاحظہ فرمایئے:

بیا تا در مدینہ نورِ احمد — ببینی از درو دیوار لامع
جمالِ مصطفیٰ بے پردہ بینی — چوں خورشیدے کہ بے ابر است طالع
بیا اے کور چشم و تیرہ باطن — بہ بین ہر گوشہ صد برہانِ ساطع
بروقِ شبہہ سوز آنجا لوائح — بدودِ دیں فروز آن جا سواطع
نجوم ِ اہتدا آنجا فروزاں — شموسِ اصطفا آنجا طوالع
چو از ناری کجا تو نور بینی — بود ہر کس باصلِ خویش راجع
چرا با خویش دشمن گشتۂ کور — چہ خود را می زنی بر سیف قاطع
ولیکن کے توانی دید ایں نور — چہ نور فطرتت گردید ضائع
نصیحت کردمت دیگر تو دانی — فانّ الدّین عنداللہ واقع

حضرت محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا کلام ان کے کمال عشق اور معرفت نبویؐ کا گنجینہ معلوم ہوتا ہے، عرفان مقام رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور یہ قطعہ دیکھئے:

حق را بچشم اگرچہ ندیدند لیکنش — از دیدنِ جمالِ محمد شناختند
او را بچشم دیدہ و نشاختند ازاں — کز صورتش غشاوۂ معنیش ساختند

(ترجمہ) اگر چہ (لوگوں) نے خدا کو آنکھ سے نہیں دیکھا لیکن انھوں نے اسے جمال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر پہچانا ہے۔ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آنکھوں سے دیکھ کر بھی اس لئے نہ پہچان سکے کہ ان کی صورت مبارکہ کو ان کے باطنی کمال کا پردہ بنایا گیا ہے۔

شیخ محققؒ کے صاحبزادگان میں سے فرزند اکبر حضرت شیخ نورالحق مشرقی قدس سرہٗ نہایت جید عالم اور بہترین شاعر تھے۔ علم حدیث، فقہ اور تاریخ سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ ذوق تصنیف و تالیف انہیں ورثے میں ملا تھا۔ صحیح بخاری کی شرح ''تیسیر القاری'' چھ جلدوں میں ان کی بلند پایہ تصانیف میں سے ہے۔ مشرقیؔ تخلص کرتے تھے۔ ان کی شاعرانہ صلاحیتوں کے متعلق شیخ محققؒ نے اپنی رائے کا اظہار یوں کیا ہے۔

''نور دیدہ دانش وبینش نورالحق الملقب بمشرقی است، اگروے توجہ برگمارد و برطریقہ شعراء زمانہ شب وروز بمشق سخن وفکر شعر روئے آرد خمسہ نظامی وخسرو را تتبع تواند کرد۔''

(حیات شیخ عبدالحق: صفحہ 259)

شیخ نورالحقؒ نے ایک مثنوی تحفتہ العراقین لکھی تھی اوران کا ایک دیوان بھی تھا۔ جو پانچ ہزار اشعار پر مشتمل تھا۔ یہ مثنوی اور دیوان اب دستیاب نہیں ہوتے۔ چند اشعار مختلف کتابوں میں ملتے ہیں۔

از شیوہ ہمدمان ایں دور خلاف گویم رمزی اگر بگیری بگزاف
چوں شیشہ ساعت ار پیوستہ بہم دلہا ہمہ پر غبار و روہا ہمہ صاف

☆......☆......☆

با آنکہ مشرقی ہمہ تن دیدہ چوں گل است
باہیچکس چوں چشم حباب آشنا نبود

شیخ نورالحقؒ مشرقی 1073ھ نوے سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ مزار دہلی میں ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق دہلویؒ کا منظوم کلام یقیناً ان کی ارفع و اعلیٰ شعری صلاحیتوں پر دال ہے۔ اگر آپ کا دستیاب کلام یکجا ہو کر کتابی صورت میں شائع ہو جائے تو عقیدت مندان شیخ کے علاوہ شعر و ادب سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بھی ایک تحفۂ جاں فزا ثابت ہو گا۔

☆☆☆

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا

حفیظ تائب عصر حاضر کا ممتاز ترین نعت نگار

اردو میں نعت نگاری کا رجحان نیا نہیں۔ اگر دکنی شاعری کو اردو ادب کا اولیں مرحلہ تصور کیا جائے تو دکنی مثنویوں میں فارسی مثنوی کی پیروی میں حمد کے اشعار کے بعد چند نعتیہ اشعار ضرور لکھے جاتے تھے۔ ان اشعار کو مثنوی سے الگ کر لیا جائے تو بعض اوقات اعلیٰ درجے کی نعتیں ہمیں متحیر کر دیتی ہیں مثلاً زبان کی قدامت کے باوجود وجہی کی ''قطب مشتری'' کے نعتیہ اشعار نہایت عمدہ ہیں اور صنف نعت کے جملہ تقاضے پورے کرتے ہیں۔ دکن کے بعد دہلی اور لکھنو کے مثنوی نگار بھی اس روایت پر عمل پیرا ہونے کو فرض کی طرح ادا کرتے رہے حتیٰ کہ محسنؔ کاکوروی نے مکمل نعتیہ مثنوی لکھ کر اسے تکمیل تک پہنچایا۔ اسی طرح نعتیہ قصائد کا رواج بھی کم از کم دو سو سال پرانا ہے خصوصاً سوداؔ کا قصیدہ اس سلسلے میں لاجواب ہے اور یہ سلسلہ غالب تک پہنچتا ہے۔

اردو کی جدید نعت کا آغاز حالیؔ سے ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جدید اور قدیم کے درمیان حد فاصل کس طرح کھینچی جائے؟ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ قدیم نعت قرون اولیٰ کے ماحول کا نقشہ کھینچنے کے ساتھ ساتھ خلق و جمال رسول عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کرتی ہے جبکہ جدید نعت خلق نبویؐ کی طرف خصوصی میلان ظاہر کرتی ہے۔ مولانا حالی کی مسدس ''مدوجزر اسلام'' کے مشہور نعتیہ اشعار اس حقیقت کی تجسیم کرتے ہیں کہ اسلام کے پھیلنے کی وجہ قرآنی تعلیمات تھیں اور چونکہ حضور ﷺ مجسم قرآن تھے اس لیے آپ کی زندگی اور آپ ﷺ کے جملہ اعمال و افعال قرآنی تعلیمات کا بہترین نمونہ تھے اس لیے آپ ہی کی ذات کے لیے انسان کامل کا لقب زیبا ہے۔

حالی کے یہ اشعار دیکھیے۔

کہا سب نے قول آج تک کوئی تیرا — کبھی ہم نے جھوٹا سنا اور نہ دیکھا
کہا میری ہر بات کا یاں تعین ہے — کہ بچپن سے صادق ہے تو مبرا میں
وہ نبیوںؑ میں رحمت لقب پانے والا — مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا   وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا، ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی، غلامی کا مولیٰ

جدید نعت کا اہم ترین نام بلا شبہ علامہ اقبالؒ کا ہے۔

علامہ اقبال کی نعتیہ شاعری کی روح تو وہی ہے جو حالی کی نعت میں موجود ہے تاہم اس کی فضا کہیں زیادہ وسیع ہے۔ اگر نعت کو مزید وسعت دینی مقصود ہو تو اقبال کی نعتیہ شاعری سے بیش از بیش استفادہ کیا جانا ناگزیر ہے۔ خوف طوالت سے اس کی وضاحت کسی اور موقع پر اٹھا رکھتا ہوں۔

قیام پاکستان کے بعد نعت گوئی کو رفتہ رفتہ فروغ حاصل ہوتا چلا گیا لیکن اس کا سنہری دور گزشتہ صدی کے آخری بیس برسوں سے شروع ہوتا ہے اور اسے سال بہ سال فروغ حاصل ہوتا چلا جاتا ہے۔

بیسیوں نعت گو شعراء نے اپنے اپنے انداز میں صنف نعت میں اضافے کیے ہیں۔ شاید یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اتنے اضافے نہیں کیے جتنی تکرار کی ہے۔

مروجہ و مستعملہ مضامین کو اپنے اپنے رنگ میں متعدد شعراء نے اپنی استعداد کے مطابق بہتر انداز میں لکھنے کی کوشش کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ نعت لکھنے کے لیے خلوص اور محبت کی ضرورت ہے۔ میرے خیال میں کوئی بد بخت مسلمان ایسا نہیں ہوگا جسے آپ ﷺ کی ذات سے عقیدت اور لگاؤ نہ ہو۔ اس کے بغیر کوئی مسلمان ہو ہی نہیں سکتا لیکن اچھی نعت لکھنے کے لیے خلوص، محبت اور عقیدت کے ساتھ ساتھ بعض اور شرائط کی اشد ضرورت ہے۔ نعت گو کے لیے قرآن مجید، احادیث، کتب سیر، کتب تاریخ اور عرب کی تمدنی تاریخ کے وسیع مطالعے کی ضرورت ہے۔ اگر نعت گو محض عقیدت کے سہارے لکھے گا تو بہت جلد مضامین کی تکرار تک محدود ہو جائے گا۔

اس قسم کی وسعت معلومات کے ساتھ ساتھ اچھے نعت گو کے لیے ضروری ہے کہ اس کا مطالعہ اور ذوق ادب بھی غیر معمولی ہو۔ بہتر ہوگا کہ وہ عربی اور فارسی ادب سے واقف ہو اور اردو ادب کے سرچشموں سے بھی مستفید ہو چکا ہو۔ کسی بھی ادبی صنف میں کمال اس وقت حاصل ہوتا ہے جب شاعر اس کے فنی تقاضے پورے کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔

حفیظ تائبؒ کی نعتیہ شاعری مذکورہ بالا تقاضے پورے کرتی ہے۔ انہوں نے شاعری کا آغاز غزل گو کی حیثیت سے کیا اور اس میں اپنی صلاحیتوں کو سب سے لوہا منوایا۔ ''فنون'' کے جدید غزل نمبر میں حفیظ تائبؒ کو بطور غزل گو اہمیت دی گئی ہے مگر اس کے بعد انہوں نے غزل گوئی ترک کر دی اور پوری توجہ نعتیہ شاعری کی طرف مرکوز کی۔ گزشتہ ربع صدی میں صنف نعت کے علاوہ انہوں نے قومی

اور ملی شاعری کی طرف بھی توجہ کی غزل گوئی کو کلیتاً ترک کر دیا۔ مناسب بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے قلب ونظر نورِ نعت سے مستیز ہو چکے ہوں۔ وہ عشقِ مجازی کو کب خاطر میں لاتا ہے۔ حفیظ تائبؒ نے اپنے آپ کو نعت کے لیے وقف کر دیا۔ نعت گوئی کی اور نعت کے سرچشموں کو تلاش کرنے میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ نعت پر تحقیق کی۔

تمام قابلِ ذکر نعت نگاروں کے کلام کا مطالعہ کیا۔ ہر نعت گو شاعر کی اہمیت سے باخبر ہوئے اور اس ریاض کی وجہ سے انہیں ہمارے دور کے ''امام نعت نگاراں'' کا لقب دیا گیا۔

حفیظ تائبؒ کا پہلا نعتیہ مجموعہ ''صلوا علیہ وآلہ'' شائع ہوا تو انہیں ایک اہم نعت گو تسلیم کر لیا گیا۔ ہمارے دور کے اہم اور وسیع المطالعہ نقاد ڈاکٹر سید عبداللہ نے ان کے کمالِ فن کا اعتراف کیا۔ بہت اچھے الفاظ میں انہیں خراجِ تحسین پیش کیا۔ پھر یکے بعد دیگرے اردو اور پنجابی نعتوں کے مجموعے شائع ہونے لگے اور کم وبیش دس مجموعے منظرِ عام پر آئے جن کی نعتیں اتنی مختلف اور منفرد تھیں کہ سب لوگ چونک پڑے۔

عموماً ہمارے نعت گو شعراء اپنی نعتیں خوبصورت ترنم سے پڑھتے ہیں لیکن حفیظ تائبؒ واحد نعت گو ہیں جو تحت اللفظ پڑھنے کے باوجود اعلیٰ ترین مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے اور حقیقت یہ ہے کہ ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔

میں اس مضمون میں قبل ازیں بتا چکا ہوں کہ بڑا نعت گو شاعر بننے کے کیا تقاضے ہیں؟

حفیظ تائب یہ تقاضے پورے کرتے تھے۔ وہ عربی زبان سے واقف تھے، فارسی پر مضبوط گرفت رکھتے تھے۔ عربی، فارسی، اردو اور پنجابی شاعری کا وسیع مطالعہ کر رکھا تھا اور ان چاروں زبانوں کے ادب پر فاضلانہ گفتگو کرتے تھے۔ بہترین کلام انہیں ازبر تھا۔ قرآن مجید اور حدیث کے مطالعے میں مستغرق رہتے تھے۔ تاریخ اسلام خصوصاً سیرت مبارکہ کی کتب پر ان کی گہری نظر تھی۔ علاوہ ازیں فنی باریکیوں سے خوب واقف تھے اور اس بات سے آگاہ تھے کہ شعر کو بقائے دوام کس طرح حاصل ہوتی ہے چنانچہ ان کی نعتوں کا مطالعہ گہرائی میں جا کر کیا جائے تو جلد ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ مضامین کی وسعت وندرت کے ساتھ ساتھ فنِ شعر میں ان کا ریاض کس پائے کا ہے۔

فروغِ طبع خداداد اگرچہ تھا وحشت ریاض کم نہ کیا ہم نے کسبِ فن کے لیے

ان کی نعتوں ہیئتوں کا تنوع بڑا دلنشیں ہے۔ لفظی مناسبتیں بڑی تلاش اور محنت سے یکجا کی گئی ہیں۔ یہ تناربات لفظی لکھنوی شعراء کے برعکس سطح پر نمایاں نہیں لیکن اشعار پر توجہ مرکوز کرنے سے نمایاں ہو جاتے ہیں۔ نعتوں کی زمینیں عموماً نوتراشیدہ ہیں۔ انہیں اس بات کا بڑا سلیقہ ہے کہ مصرعوں کو

سوتی لحاظ سے خوشگوار کیسے بنایا جائے۔ وہ عموماً ردیف اور قافیے کو داخلی ترنم کے ذریعے خوبصورت اصوات کا سرگم بنا دیتے ہیں۔ الفاظ کی دو حیثیتیں ہیں۔ وہ معانی کے حامل ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی ایک صوتی حیثیت بھی ہے۔ حفیظ تائبؒ کے ہاں الفاظ کے مفاہیم و اصوات کے اسرار و رموز سے گہری آ گاہی دکھائی دیتی ہے۔ آخر میں حفیظ تائبؒ کی ایک مشہور نعت کے چند اشعار درج کیے جاتے ہیں۔ اس نعت کو ان کی دیگر نعتوں کی ایک علامت کے طور پر پیش کرتا ہوں۔

خوش خصال وخوش خیال وخوش خبر خیر البشرؐ　　　خوش نژاد و خوش نہاد و خوش نظر خیر البشرؐ

اس مطلع میں تراکیب کے جوڑے اور ان کی آوازیں بلند آواز سے پڑھنے پر نہایت فصیح معلوم ہوتی ہیں۔ لفظ خوش کی تکرار اور اس کے ساتھ خصال اور خیال............نژاد اور نہاد............خبر اور نظر ہم وزن الفاظ کے دلکش ٹکڑے ہیں۔ قافیہ خبر اور نظر ہے اور ردیف خیر البشر، خبر نظر اور خیر البشر میں داخلی قوافی کا ترنم جلوہ گر ہے۔

صاحب خلق عظیم و صاحب لطف عمیم　　　صاحب حق صاحب شق القمر خیر البشرؐ

اس میں بھی خوشگوار ترنم کی وہی کیفیت ہے جو مطلع میں ہے۔ پہلا مصرع واوی عطف پر عین دو ٹکڑوں میں بٹ جاتا ہے۔ یہ توازن قابل داد ہے۔ دوسرے مصرع میں صاحب اور صاحب کی تکرار اصوات اور حق وشق کے داخلی قافیے............اور شق قمر............خیر البشر کے قافیہ اور ردیف کی صوتی ہم آہنگی تحسین سے ماورا ہے۔

اپنی امت کے برہنہ سر پہ رکھ شفقت کا ہاتھ　　　پونچھ دے انسانیت کی چشم تر خیر البشرؐ

رونما کب ہوگا راہ زیست پر منزل کا چاند　　　ختم کب ہوگا اندھیروں کا سفر خیر البشر

چونکہ دونوں اشعار جذبے سے مملوں ہیں اس لیے تمام مصرعے بے حد سادہ اور براہ راست دل پر اثر کرنے والے ہیں اس کے باوجود ان کی فضا جن تصویروں سے تیار کی گئی ہے۔ ان میں بڑی باریک بینی ہے۔ راستہ، منزل، سفر کا اختتام، چاند اور اندھیروں کا سفر بڑی مؤثر فضا تیار کرتے ہیں جو قلب و ذہن پر گہرا اثر کرتی ہے۔

آخر میں جناب عبدالمجید منہاس کا شکر گزار ہوں کہ ان کی توجہ سے حفیظ تائبؒ کا حمدیہ اور نعتیہ کلام ''کلیات حفیظ تائبؒ'' کی شکل میں یکجا ہو گیا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ جناب حفیظ تائب کے شعری مقام کے تعین اور استحکام میں یہ مجموعہ بنیادی حیثیت کا حامل بن جائے۔

☆☆☆

ڈاکٹر انور سدید

یزدانی جالندھری کا نعتیہ انداز

یزدانی جالندھری اردو ادب میں بنیادی طور پر ایک خوش گفتار اور تابندہ خیال غزل نگار کی حیثیت میں رونما ہوئے تھے۔ تاجور نجیب آبادی، عبدالمجید سالک، کرپال سنگھ بیدار، ہری چند اختر اور عابد علی عابد کے دور میں وہ شاعروں میں ایک نوجوان شاعر کی حیثیت میں شامل ہوتے۔ انہیں مشاعرے کے پہلے دور میں پڑھایا جاتا لیکن ان کے بعض اشعار پر اول الذکر کہنہ مشق شعراء داد دیتے اور یہ داد ایس پی ایس کے ہال سے نکل کر پورے لاہور میں پھیل جاتی۔ یزدانی جالندھری نے غالباً اس دور میں ہی یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ انگریزی سرکار کی نوکری نہیں کریں گے۔ انہوں نے ادب کو فوقیت دی تو رزق حیات حاصل کرنے کے لیے ''ادبی صحافت'' کو وسیلہ بنایا اور کئی رسائل کی پس پردہ ادارت کی۔ اس ضرورت نے ہی ان کے افسانے کے جوہر کو چمکایا۔ چنانچہ اچھے مضامین نہ ملتے تو رسالے کا پیٹ بھرنے کے لیے ترجمہ نگاری بھی خود کرتے۔ آزادی سے پہلے یہ اعزاز یزدانی جالندھری کو حاصل ہو گیا تھا کہ بنگال کے ترقی یافتہ افسانہ نگاروں کو جن میں رابندر ناتھ ٹیگور اور شرت چند چیٹرجی کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اردو دان طبقے سے متعارف کرایا لیکن خوبی کی بات یہ ہے کہ اپنے فنی تشخص اور ادبی پہچان کے لیے زیادہ انحصار شاعری پر کیا اور انکسار کا عالم یہ تھا کہ اپنے رسائل میں نئے شعراء کو متعارف کرانے میں گہری دلچسپی لیتے۔ ان کی تحریروں کی نوک پلک سنوار کر زیورِ طبع سے آراستہ کرتے لیکن اپنی تخلیقات اپنے رسائل میں شائع کرنے پر آمادہ نہ ہوتے۔ یہ بات میں اپنے ذاتی تجربے سے بھی مشاہدہ کر چکا تھا اور اب پھر اعتراف کرتا ہوں کہ 1940ء کے دہے میں جب میں اس دور کے مقبول فلمی رسائل میں ''قلم کاریاں'' کر رہا تھا تو یزدانی جالندھری نے مجھے رسالہ ''اداکار'' سے اٹھا کر خوشتر گرامی کے نیم ادبی رسالہ ''بیسویں صدی'' کے صفحات میں جگہ دی اور پھر ممتاز ادبی رسالہ ''ہمایوں'' تک رسائی حاصل کرنے میں میری تربیت کی۔

میں اس طویل تمہید کے لیے معذرت پیش کرتا ہوں۔ یزدانی جالندھری کی اس ادب دوستی کے تذکرے میں مقصود یہ عرض کرنا تھا کہ وہ بنیادی طور پر غزل کے شاعر تھے لیکن ان کے باطن میں ایک

نعت گوشاعر بھی پرورش پا رہا تھا۔جس نے اپنی غزلوں کا مجموعہ ''تورات دل'' کی اشاعت اس کے لیے مؤخر کردی کہ وہ پہلے اپنی نعتوں کا مجموعہ چھاپنا چاہتے تھے اوراب یہ حقیقت بھی ڈھکی چھپی نہیں کہ غزل کہنے کا ارادہ کرتے تو ان کی طبیعت رواں ہو جاتی اور منتخب ردیف کے ساتھ قوافی کی بارش ہونے لگتی لیکن ''نعت'' کہنے کا خیال آیا تو وہ بے اختیار کہہ اٹھے:

نعت کا رشتہ تو ہے روح کی گہرائی سے　　اس کا لفظوں سے ہے نہ کچھ علم و ہنر سے رشتہ

مجھے اس وقت ڈاکٹر خورشید رضوی یاد آ رہے ہیں ان کا ارشاد ہے کہ

''نعت کہنے کا خیال آئے تو چپ ہو جایئے۔''

یزدانی جالندھری وفور خیال کے آگے تو شاید بند نہ باندھ سکے لیکن انہوں نے یہ حقیقت بھی بلند آواز سے بیان کی کہ

یہ مرحلہ نعت شبہہ کون و مکاں ہے　　درکار ہیں اس کے لیے قرطاس وقلم اور

اور جب نعت کے معیار کے قرطاس وقلم فراہم ہو جاتے تو وہ حضور نبی آخرالزماں ﷺ کی سیرت اطہر، ان کے کردار عالیہ کی عظمت اور ان کی گفتار وتعلیمات کی توصیف میں یوں شعرخوانی کرتے جیسے روضہ رسول پر حاضر ہوں..........ان کا اپنا مادی وجود نعت خوانی میں یکسر تحلیل ہو گیا ہو اور صرف یہ آواز آ رہی ہو۔

امڈا ہے قلب وروح میں اک سیل رنگ ونور　　آنکھوں میں ایک صبح درخشاں ہے اور میں
ذہن میں ابھری جو محبوب خداؐ کی صورت　　وادی جاں ہوئی پرنور، حرا کی صورت
نگاہ شوق میں کچھ دل نشیں منظر چمکتے ہیں　　دل آرا گنبد و مینار، بام و در چمکتے ہیں

جناب حفیظ تائب نے یزدانی جالندھری کا مطالعہ کیا تو حضور نبی اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو ان کی نعت کا سب سے بڑا موضوع قرار دیا اور لکھا ''انسانیت کے اس اعلیٰ ترین معیار کے حوالے سے یزدانی جالندھری کی نعت کا زندگی کے ساتھ بہت گہرا ربط وضبط پیدا ہو گیا ہے۔'' چند اشعار حسب ذیل ہیں:

اس نے انساں کو دیے خلق ومروت کے اصول　　اس نے تعلیم کیا مہر و وفا کا انداز
ہو سامنے نظروں کے قرآن کھلا جیسے　　افشاں ہے تصور میں اس طرح جمال ان کا
انساں کو عظمتوں کی خبر آپ سے ملی　　ہر بے نوا کو جینے کا حق آپ سے ملا

یزدانی جالندھری نے نعت کہتے وقت خود کو رہنما بنانے اور زندگی کی ناہموار راہوں سے گزر کر کسی نئی صداقت کو تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ان کی نعت غار حرا سے ابھرنے والی صداقتوں کی آئینہ دار ہے۔ ان کی نعت ان کے ایمان کے اثابت کا زاویہ اور عقیدت کی پختگی کا مظہر ہے۔ وہ کسی مقام پر بھی بے خودی کو اپنے اوپر غالب آنے کی اجازت نہیں دیتے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اپنی

خودی کو ضوفشاں کرتے ہیں تو اس کی تمام تاب وتوانائی آں حضور ﷺ کی بارگاہ بندہ نواز سے طلب کرتے ہیں۔ وہ دہر کے اندھیروں کو دور کرنے کے لیے آنحضور سے روشنی مانگ رہے ہیں۔ اپنی گمراہ قوم کے لیے عافیت طلب کرر ہے ہیں۔

ذہن و فکر عصر حاضر، بے طرح بیمار ہے
اس کو پھر آب و ہوائے باب رحمت چاہیے
جو رہ نجات دکھا گئی، جو طریق زیست سکھا گئی
تری اس نظر کی ہے آرزو، اسی اک نظر کا سوال ہے
امن و سلامتی کو ترستا ہے، عصر نو
کام اس کے صرف آپؐ کا پیغام آئے گا
جہاں پھر سے سکون و امن کا گہوارہ بن جائے
جو دستور زمانہ، ان کا دستور ہدیٰ ٹھہرے

یزدانی جالندھری کو ملال تھا کہ محمد عربی ﷺ کی امت صراط مستقیم سے ہٹ گئی ہے۔ حالات زمانہ کو دیکھ کر ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تو انہوں نے فریاد کی:

اے لات ومنات اور ہبل توڑنے والے ۔۔۔ امت نے تری آج تراشے ہیں صنم اور
سنت کے ہیں پیرو، نہ ہیں قرآن کے عامل ۔۔۔ اب فکر نظر اور ہیں، دل اور حرم اور

لیکن انہوں نے خود ذکر نبی ﷺ میں پناہ حاصل کر لی اور اپنی زندگی کا معمول یوں بنا لیا:

آج کل کٹتے ہیں یزدانی مرے یوں روز و شب
دن میں نعت مصطفیٰ سیرت نگاری رات بھر

اور وہ 23 مارچ 1990ء کو سفر آخرت پر روانہ ہوئے تو کیف سرمدی سے سرشار تھے اور کہہ رہے تھے۔

نعتوں کا ہے مجموعہ جو ہاتھ میں یزدانی
رحمت کا وثیقہ ہے، جنت کا قبالا ہے

☆☆☆

بیاد ڈاکٹر طارق محمود جرال مرحوم

مار ڈالا دوستوں کی موت نے راسخ ہمیں
ان کو روئیں ہم کہ اپنی مرثیہ خوانی کریں

ڈاکٹر طارق محمود جرال مرحوم و مغفور کے ساتھ میری تعلق داری کا اول آخر حوالہ نعت ہے۔ مرحوم کے برادر اکبر نور محمد جرال جو کہ عہد حاضر کے سب سے بڑے نعت گو حضرت حفیظ تائبؒ کے فیض یافتہ ہونے کے ناتے میرے استاد بھائی ہیں۔ آپ منفرد نعت خواں ہونے کے ساتھ ساتھ معتبر نعت گو بھی ہیں جس کا ثبوت موصوف کا اردو نعتیہ دیوان ''عین نور'' ہے۔ مرحوم کے دو بھانجے پیکر سوز و گداز ظہیر الحسن جرال اور مقبول عوام محمد علی جرال میرے قابل فخر احباب ہیں اس اعتبار سے مرحوم کے گھرانے کو

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

کے مصداق اگر ''خانوادۂ نعت'' کہا جائے تو یہ بے جا نہیں۔ دوسرے لفظوں میں اس خاندان کی وہی کیفیت ہے کہ بقول شاعر

ہر ذرہ آفتاب ہے اپنے مقام پر

طارق جرال کو میں نے محافل میں پڑھتے بھی سنا ہے اور مقابلوں میں ججمنٹ کرتے بھی دیکھا ہے بالخصوص گفٹ یونیورسٹی اور پنجاب یونیورسٹی گوجرانوالہ کیمپس میں منعقدہ نعتیہ مقابلے جن میں مجھے بھی مرحوم کے پہلو بہ پہلو ججمنٹ کا شرف حاصل ہے۔ فن نعت کے اسرار و رموز اور باریکیوں کو جتنا اور جیسا مرحوم سمجھتے تھے، گوجرانوالہ در کنار پنجاب بھر میں نعت کا ایسا بالغ نظر اور موشگاف پارکھ مشکل سے ملے گا پھر ان کا بلند پایہ ادبی ذوق سونے پر سہاگہ تھا جس کی بدولت قدیم و جدید نعت نگاروں کے درجنوں معیاری اشعار انہیں ازبر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب سابق صدر پرویز مشرف کی گوجرانوالہ آمد پر مرحوم نے الحاج محمد علی ظہوری قصوریؒ کی عوامی رنگ کی نعت

ہر لحظہ ہے رحمت کی برسات مدینے میں فیضان محمدؐ ہے دن رات مدینے میں

پیش کی تو میں حیرت کا اظہار کیے بغیر رہ نہ سکا۔ مرحوم نے اعتراف کیا کہ منتظمین نے انہیں کسی

دوسری نعت (غالباً کلام حفیظ تائب) کا پابند کر رکھا تھا لیکن عین تقریب کے موقع پر انہوں نے اپنی مخصوص حریت پسند، خود مختار اور فیصلہ کن افتادِ طبع کے ہاتھوں بالکل اچانک ہی ایک غیر متوقع نعت سنا کر سب کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

مرحوم متاثر کن شخصی وجاہت کے مالک تو تھے ہی گفت وشنید کے معاملے میں بھی حد درجہ نفیس و لطیف کے مغالطے میں پڑ جاتے تھے لیکن اگلی ملاقاتوں میں جب مرحوم کے ذاتی وصفاتی جوہر کھلتے تو یہ تاثر بتدریج زائل ہو جاتا تھا۔

ڈاکٹر صاحب کو موسیقی کے بھی متعدد راگوں راگنیوں پر خاطر خواہ عبور حاصل تھا نیز حسب موقع وہ ان کے نعتیہ استعمال کا بھی خدداد سلیقہ ملکہ رکھتے تھے۔ تائب صاحبؒ کی مشہورِ زمانہ نعت

شوق و نیاز و عجز کے سانچے میں ڈھل کے آ　　یہ کوچۂ حبیبؐ ہے پلکوں سے چل کے آ

کو راگ ''کدارے'' میں جس عمدگی اور ہنر مندی کے ساتھ انہوں نے پڑھ دکھایا ہے، وہ انہیں کا حصہ ہے۔ دیگر نعتوں میں بھی نغمگی وغنائیت کا یہی عالم ہے۔

مجھے یاد ہے کہ آخری ملاقات میں ہم دونوں نے عہد حاضر میں ''فروغ نعت'' کے نام پر جاری نعتیہ تقدس کی پامالی پر بہت زیادہ تشویش اور کڑھن کا اظہار کیا تھا کیوں کہ آج فلمی دھنوں پر دھڑا دھڑ نعتیں لکھی پڑھی جا رہی ہیں جن میں بعض اوقات تو ردیف قافیے تک کی تبدیلی کا تکلف گوارا نہیں کیا جاتا۔ الیکٹرانک میڈیا کی غلط بخشی، رشوت خوری اور اقربا پروری نت نئے گل کھلا رہی ہے اور نوبہ نو چاند چڑھا رہی ہے۔ آج کا نعت خواں لباس اور وضع قطع سے نعت خواں کم اور ماڈل بوائے زیادہ نظر آ رہا ہے۔ جو جتنا بے سرا ہے اتنا ہی پاپولر ہے، جتنا نخریلا ہے اتنا ہی مصروف ہے اور جتنا مہنگا ہے اتنا ہی بڑا نعت خواں سمجھا جا رہا ہے۔ صنف نعت کی بدحالی اور تقدیس نعت کی پامالی کے اس دور میں ڈاکٹر طارق محمود جرالؒ کا وجود مسعود بسا غنیمت تھا کہ جو زندگی بھر نعت و مدحت اور صفت وثنا کہ وقار و معیار اور مقام و احترام کی بحالی و بلندی کا پرچم تھامے زندگی بھر سماعتوں میں رس انڈیلتے اور شہد گھولتے رہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

مرحوم فصیح و بلیغ اور اعلیٰ ظرف نقیب ونظامت کار بھی تھے۔ ایسے اعلیٰ ظرف کہ ایک تقریب میں مجھ ناچیز کو گوجرانوالہ میں نعت کی پہچان قرار دے دیا۔

پیدا کہاں ہیں ایسے ''سخاوت مآب'' لوگ
افسوس! تم کو میرے صحبت نہیں رہی

میں سمجھتا ہوں کہ اگر دیانتداری اور منصف مزاجی سے کام لیا جائے تو ڈاکٹر محمود جرال کی جگہ فن نعت خوانی کی صف اولین میں وہاں بنتی ہے جہاں سید منظور الکونین، قاری زبید رسول مرحوم اور الحاج خورشید احمد مرحوم براجمان ہیں۔

آخر میں مرحوم کی یاد میں چند تازہ اشعار کا عاجزانہ گلدستہ پیش کر کے اجازت چاہتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عزوشرف

....

مدحت طراز سید ہر دوسراؐ تھا وہ
اک عندلیب گلشن حمد وثنا تھا وہ

وہ تھا طبیب اور سریلا بھی تھا بہت
یعنی سماعتوں میں بھی رس گھولتا تھا وہ

اندر ہی اندر اس پہ اجل وار کر گئی
حالانکہ دیکھنے میں تو اچھا بھلا تھا وہ

اتنا بڑا جنازہ ہوا ہے، زہے نصیب!
مر کر کھلا کہ آدمی کس شان کا تھا وہ

یوں دیکھتے ہی دیکھتے جنت کو چل دیا
جیسے کبھی کا راہِ قضا تک رہا تھا وہ

کیوں رو رہے ہیں خون کے آنسو جمیل و نور
لگتا ہے ان کے دیدہ و دل کی ضیا تھا وہ

اسلوب میں سخن میں نوا میں زبان میں
سادہ نفیس دیدہ کشا خوش ادا تھا وہ

طارق جرال نام ہے جس دل نواز کا
حد درجہ وضع دار بہت پر حیا تھا وہ

فیضانؔ مانگ مغفرت و صبر کی دعا!
واصل بحق ہوا کہ نبیؐ کا گدا تھا وہ

(تعزیتی ریفرنس میں پیش کیا گیا)

☆☆☆

دوستو جشن تعیش میں نہ لے جاؤ مجھے
مجھ کو فقر شہؐ والا سے حیا آتی ہے

گوشۂ جعفر بلوچ (مرحوم)

ڈاکٹر عبدالغنی فاروق

جعفر بلوچ .... ایک مردِ قلندر

جعفر بلوچ مرحوم سے میرا تعلق اس وقت استوار ہوا جب اکتوبر ۹۳ء میں میرا تبادلہ دیال سنگھ کالج سے گورنمنٹ کالج آف سائنس وحدت روڈ، لاہور میں ہوگیا۔ یہاں حسن اتفاق سے اگرچہ شعبۂ اردو کے سارے رفقاء ہی خوش اخلاق اور مخلص نظر آئے لیکن سب سے زیادہ خوشی جعفر بلوچ صاحب سے تعارف حاصل کر کے ہوئی۔ سادا مرادا سے، مرنجان مرنج، بڑے ہی تپاک اور محبت سے پیش آئے۔ قہقہے لگاتے ہوئے بے تکلف فقیروں کے ساتھ جیسے ایک عرصے سے دوستی ہو۔ ادب وشعر کے حوالے سے ان کا تعارف تو بعد میں ہوا لیکن پہلی ہی ملاقات میں ان کے اخلاص اور غیر معمولی اپنائیت سے بہت متاثر ہوا۔

اور وقت کے ساتھ ساتھ ان کے بارے میں اس خوشگوار تاثر میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ وہ کھرے استاد تھے۔ کھرے انسان تھے، کھرے شاعر تھے اور کھرے ادیب تھے۔ اس نفسانفسی کے دور میں جب کہ کالج اساتذہ کو بھی کئی غیر علمی کام کرنے پڑتے ہیں یعنی وہ ٹیوشن پڑھاتے ہیں، اکیڈمیاں چلاتے ہیں، امتحانوں میں جاتے ہیں اور پرچے تو ضرور ہی دیکھتے ہیں اور تینوں کام اگر اعتدال اور وقار کے ساتھ کیے جائیں تو کوئی حرج بھی نہیں ہے، لیکن جعفر صاحب کا تدریس سے اور سرکاری فرائض سے جتنا بھی وقت بچتا تھا، وہ اسے صرف علمی وادبی سرگرمیوں میں صرف کرتے تھے۔ کلاسیں پابندی سے لیتے اور حالانکہ ان کی صحت کئی حوالوں سے خراب تھی یعنی ذیابیطس کے مریض تھے اور روزانہ انسولین لگاتے تھے، شوگر ہی کی وجہ سے ان کی بینائی کا بھی مسئلہ پیدا ہوگیا تھا، لیکن وہ بڑے ہی باہمت تھے اور علمی وادبی نوعیت کے سفروں کی پروانہیں کرتے تھے۔ ہر دوسرے تیسرے روز باقاعدگی سے اردو بازار جاتے، اپنے حلقۂ احباب کے شعراء وادباء سے برابر رابطہ رکھتے اور عزیزوں، رشتہ

داروں کی شادی غمی میں شرکت کے لیے دور دراز کے سفر بھی خوش دلی سے کر لیتے تھے۔ باہمی تعلقات کے ضمن میں اتنی بات بتا دینا کافی ہے کہ کم وبیش نو سال کی رفاقت میں ہمارے درمیان کبھی معمولی سی بھی تلخی پیدا نہیں ہوئی نہ گلے شکوے کی کوئی ضرورت پیش آئی۔

جعفر صاحب کی شخصیت اور کردار میں جس وصف کی فراوانی نظر آتی ہے، وہ ان کا اخلاص اور جذبۂ شکر ہے۔ مشہور حدیث ہے کہ لایشکر اللہ من لایشکر الناس یعنی جو شخص اللہ کے بندوں کا شکر ادا نہیں کرتا، وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں ہوتا اور جعفر صاحب پر عمر کے جس حصے میں بھی جس فرد نے کوئی احسان کیا، وہ انہوں نے خوب یاد رکھا اور اس کے اعلانیہ اظہار میں انہوں نے کوئی دریغ نہ کیا۔ وہ چھ سال کے تھے جب ان کے والد وفات پا گئے اور لیہ کے ایک نیک دل بزرگ الحاج حکیم عبدالکریم خاں بلوچ کلاچی نے جو ان کے والد مرحوم کے دوست تھے، ان کی کفالت کی، ایف ایس سی تک انہیں تعلیم دلائی اور پھر ملیریا مکاؤ پروگرام میں انہیں ملازم کرا دیا۔ یہ جعفر بلوچ کی اخلاقی عظمت ہے کہ انہوں نے اپنے اس مہربان کفیل کے احسانات عمر بھر یاد رکھے اور محبت اور احترام کے ساتھ ان کا ذکر کرتے رہے۔ اسی طرح لیہ سے تعلق رکھنے والے ایک قادرالکلام اور مشہور شاعر راجہ عبداللہ نیاز نے ان کی بہت حوصلہ افزائی اور رہنمائی کی تو جعفر صاحب نے ان کا یوں شکریہ ادا کیا کہ ان کا سارا کلام بھی کتابی صورت میں مرتب کر دیا اور ان کے تفصیلی حالات بھی محفوظ کر دیے۔ اسی طرح راجہ عبداللہ نیاز صاحب کے بارے میں جعفر صاحب نے تین کتابیں شائع کرا دیں۔ مشہو شاعر اسد ملتانی پر انہوں نے دو کتابیں مرتب کیں یعنی ''مطلعین'' میں ان کے حالات محفوظ کر دیے اور ''اقبالیاتِ اسد ملتانی'' میں موضوع کے حوالے سے ان کی ساری متعلقہ منظومات یکجا کر دیں۔ علمی اور انسانی حوالے سے ان کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے جو تاریخ ادب میں ہمیشہ یاد رہے گا۔

پروفیسر ساقی الحسینی ایک گمنام مگر باصلاحیت دانشور، نقاد اور شاعر تھے۔ وہ کچھ عرصہ لیہ میں بھی مقیم رہے۔ جعفر صاحب نے ان کے علمی وتنقیدی مقالات ''اشارات'' کے نام سے مرتب کر کے شائع کر دیے............ اسی طرح انہوں نے لیہ اور مظفر گڑھ کے شعراء کے حالات اور انتخاب کلام پر مشتمل ایک کتاب ''آیات ادب'' شائع کی اور کتنے ہی غیر معروف اور گمنام شعراء کو زندۂ جاوید کر دیا۔

جعفر بلوچ مرحوم کے کردار کی یہ خوبی بھی فی زمانہ منفرد اور قابل تعریف تھی کہ انہیں دوغلے رویوں کے افراد سے بڑی پرخاش تھی اور وہ کسی نہ کسی انداز میں بے باکی کے ساتھ ایسے لوگوں کو ہدف تنقید بناتے رہتے تھے، لیکن پیرایہ اظہار ایسا اختیار کرتے کہ ان کے فقروں، شعروں یا مصروں پر سننے والا پہلے قہقے لگاتا اور پھر سنجیدگی سے ایسے افراد کے کردار پر غور کرنے پر مجبور ہو جاتا۔

جعفر مرحوم واقعتاً فقیر منش انسان تھے۔ مالی منفعت سے بے نیاز، وہ اپنے پسندیدہ علمی موضوعات پر کام کرتے رہتے اور شہرت اور مالی فوائد کے جائز ذرائع کو بھی نظر انداز کر دیتے تھے۔ اس سلسلے کی بڑی نمایاں مثال یہ ہے کہ پی ایچ ڈی کے لیے پنجاب یونی ورسٹی سے ان کی رجسٹریشن ہو گئی تھی۔ موضوع بھی بہت اہم اور نسبتاً سہل تھا یعنی ''اردو شاعری میں حمد و مناجات'' اور اگر وہ یہ کام مکمل کر لیتے تو پندرہ سو ماہوار کے حساب سے وہ کم از کم سترہ سال تک پی ایچ ڈی الاؤنس وصول کر سکتے تھے اور اس دور میں بیشتر حضرات صرف الاؤنس کی خاطر پی ایچ ڈی کرتے ہیں اور ایسے ایسے لوگ کرتے ہیں کہ قرب قیامت کی علامتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں لیکن چونکہ مرحوم ان دنوں ''اقبال اور ظفر علی خاں کی مماثلتوں پر تحقیق میں مصروف تھے، اس لیے انہوں نے محسن شناسی ہی کے حوالے سے دو قومی محسنوں پر کام کو غیر معمولی مالی فوائد پر ترجیح دی اور ڈاکٹریٹ کے منصوبے کو نظر انداز کر دیا حتیٰ کہ معینہ مدت ختم ہو گی .... لیکن بلا مبالغہ لاکھوں کا نقصان اٹھانے کے باوجود موصوف مرحوم نے کسی موقع پر معمولی سے تاسف یا پچھتاوے کا اظہار نہ کیا۔

جعفر بلوچ کو جدید انگریزی اصطلاح میں ''سیلف میڈ'' بھی کہا جا سکتا ہے اور ہمارے نوجوان ان سے بہت کچھ رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں جیسا کہ عرض کیا گیا کہ ایف ایس سی کرنے کے بعد ان کے مہربان کفیل الحاج حکیم عبدالکریم بلوچ نے انہیں محکمہ ملیریا میں ملازم کرا دیا تھا۔ ملازمت کا یہ تین سالہ دور انہوں نے مظفر گڑھ میں گزارا اور شہر کی علمی و ادبی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیتے رہے اور اپنی شعری استعداد کو بڑھانے اور سنوارنے کے لیے خوب محنت کرتے رہے۔ ملتان اور قرب و جوار کے شہروں میں جہاں بھی مشاعرے ہوتے، وہ ان میں لازماً شریک ہوتے، بڑے اعتماد کے ساتھ ان کے انتظام میں حصہ لیتے اور رپورٹیں اخبارات میں شائع کراتے۔

ملازمت کے دوران میں انہوں نے بی اے کی تیاری بھی شروع کر دی اور ۱۹۶۹ء میں بی اے کر لیا۔ اس سے ایک سال قبل یعنی ۱۹۶۸ء میں ان کی شادی لاہور کے ایک معزز خاندان میں ہو گئی اور وہ ۱۹۶۹ء میں ترک مکانی کر کے یہاں منتقل ہو گئے اور اسی سال سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور سے بی ایڈ کا امتحان پاس کر لیا۔

۱۹۷۱ء سے ۱۹۷۳ء تک دو سال کا عرصہ جعفر بلوچ صاحب نے داؤد ہرکولیس کیمیکلز شیخوپورہ میں بطور سیکنڈ اپریٹر ملازمت کی۔ اسی دوران میں انہوں نے اردو میں ایم اے کر لیا اور ۱۹۷۳ء میں سنٹر انگلش ٹیچر منتخب ہو گئے اور تقریباً ایک سال تک ضلع مظفر گڑھ کے دو مڈل اسکولوں میں ہیڈ ماسٹر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ ۷۵-۱۹۷۴ء میں موصوف نے گورنمنٹ ہائی سکول لیہ میں بھی تدریس کے فرائض انجام دیے۔ اس پر وہ بہت خوش تھے اور فخر کرتے تھے کہ اسی سکول سے انہوں نے چند سال قبل تعلیم حاصل کی تھی۔

۱۹۷۵ء کے اواخر میں پنجاب پبلک سروس کمیشن نے انہیں اردو کا لیکچرار منتخب کرلیا اور وہ اس حیثیت سے ۱۹۷۸ء تک عارف والا، وہاڑی اور پتوکی میں فرائض انجام دیتے رہے تا آنکہ جنوری ۱۹۷۸ء میں ان کا تبادلہ گورنمنٹ کالج لاہور میں ہوگیا۔ یہاں پر وہ بارہ سال تک تدریسی فرائض انجام دیتے رہے حتیٰ کہ ۱۹۹۰ء میں وہ گورنمنٹ کالج آف سائنس وحدت روڈ لاہور میں آ گئے جہاں سے وہ جنوری ۲۰۰۷ء میں ریٹائر ہوئے۔ اس وقت تک ان کی بیسویں گریڈ میں ترقی ہوگئی تھی وہ شاعر نثر نگار کی حیثیت سے ملک گیر شہرت حاصل کر چکے تھے اور کم از کم ڈیڑھ درجن وقیع کتابوں کے مصنف ومؤلف بن گئے تھے جن میں نعتوں کا ایک مجموعہ ''بیعت'' اور منظومات کے دو مجموعے (اقلیم، اور بر سبیل سخن) بھی شامل ہیں۔

جعفر بلوچ یقیناً بہت بڑے شاعر تھے، قادر الکلام اور ہمہ جہت شاعر تھے، حمد و نعت، غزل اور نظم کی ہر صنف پر انہوں نے سارے فنی کمالات کے ساتھ اپنے خیالات وتصورات کا اظہار کیا لیکن ان کا محاکم نقادان فن ہی کر سکتے ہیں میں اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں پاتا۔

☆☆☆

واجد امیر

میرا سیاق دیکھنا میرا سباق دیکھنا

وطن عزیز پاکستان بنا تو اسلام کے نام پر تھا اور لاکھوں لوگوں نے اپنے جان و مال اور گھر بار کی قربانی بھی اسی مقصد عظیم ک ے لیے دی تھی مگر قیام پاکستان کے فوراً بعد جائیدادوں کی لوٹ کھسوٹ جائز و ناجائز الاٹیوں کا دور شروع ہوا۔ آزادی دلوانے والی قیادت بہت جلد دنیا سے رخصت ہوگئی اور اسی دوران ما ٓہب بے زار لوگوں کا ٹولہ اقتدار پر قابض ہو گیا۔ ادھر عالمی منظرنامے میں سوشلزم اور کمیونزم کا بول بالا تھا اس لیے ہمارے ہاں بھی افکار مذہب کا فیشن چل پڑا۔ تعلیمی ادارے سرخ و سبز رنگوں کی فصلیں کاٹنے لگے۔ گلی کوچوں میں وجود خدا پر بحثیں چل نکلیں۔ ادب پر بھی گہرا اثر پڑا۔ مختلف تحریکیں شروع ہوگئیں جن لوگوں کو ظفر علی خاں علامہ اقبال کا دیا سبق از بر تھا وہ بھی ڈٹ گئے۔

فوجی آمریت کے خلاف سوشلزم بلکہ نام نہاد اسلامی سوشلزم کا نعرہ مقبول ہوا۔ ملک دولخت ہوا اقتدار جمہوریت کی پٹڑی پر چڑھا اور اور میر حد اطراف کے دانشور اپنے اپنے مورچوں میں ڈٹ گئے۔ کرنا خدا کا کیا ہوا 1973ء کی حکومت مخالف مہم تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں بدل گئی۔ گو یہ ایک سیاسی نعرہ تھا مگر اس کے نتیجے میں قائم ہونے والی آمریت نے اسی نعرے پر حکومت استوار کی۔ مذہب کے حق میں تو کوئی پیش رفت نہیں ہوئی مگر کچھ نہ کچھ رسومات کو اپنا لیا گیا چنانچہ ہر سرکاری و غیر سرکاری تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم اور نعت رسول مقبول ﷺ سے ہونے لگا۔ رفتہ رفتہ واحد سرکاری ٹی وی نے نعتیہ مشاعروں، درس قرآن اور مذاکروں کا اہتمام کرنا شروع کر دیا۔ اس رو میں وہ شعراء بھی شامل ہوگئے جنہوں نے اب تک نعت نہیں کہی تھی۔ یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ نئے نعت گو دنیاوی فائدے یا اہل اقتدار کی خوشنودی کے لیے نعت جیسی بابرکت صنف سخن کی

طرف راغب ہوئے بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا جسے جس وقت یہ توفیق ملی خوب ملی یہیں سے نعت گوئی کا نیا دور شروع ہوا جو تا حال جاری ہے۔ یوں شر سے خیر کا پہلو نکل آیا۔

البتہ جن شاعروں اور ادیبوں نے ہمیشہ اسلامی اقدار کا علم بلند کیے رکھا اور اسلامی نظریاتی اساس سے جڑے رہے تھے اور نہ پہلے کبھی اپنے مذہبی تشخص کے لیے معذرت خواہانہ طرزِ عمل اختیار کیا نہ اب تھے۔ ایسے ہی گنے چنے لوگوں میں جعفر بلوچ بھی تھے۔ وہ بھی کتنے ہی منکسر المزاج تھے مگر اپنے عقیدے سے ان کی کمٹمنٹ اٹوٹ تھی اور وہ نظریاتی آدمی تھے۔ وہ محبت اور اطاعت کو الگ الگ خانوں میں نہیں رکھتے تھے۔ نعت ان کے نزدیک توصیف پیغمبر ﷺ کے ساتھ ساتھ اخلاقِ حسنہ ترویج کا مؤثر ذریعہ بھی تھی لہٰذا انہوں نے ایسا ہی کیا اور سیرت النبی ﷺ کو اپنی نعت کی بنیاد بنایا۔

ذکرِ خیر میں یارب ہو نہ کوئی کوتاہی　　اور اگر وہ سہواً ہو تو معاف ہو جائے

حیات افروز ہے جعفر فضا شہرِ شریعت کی　　فروغِ دین و دنیا کے یہاں امکاں چمکتے ہیں

لاریب کہ وہ قادر الکلام شاعر ہیں اور ان کی یہ صفت معروف الفاظ، مانوس، تشبیہوں عام مستعمل استعاروں اور گھسی پٹی تراکیب کی مرہونِ منت نہیں بلکہ وہ متروک لفظوں کی گرد جھاڑ کر انہیں ایسا صیقل کرتے کہ اسے آئینہ بنا کر دم لیتے اور نگار خانۂ نعت میں ایسی جگہ رکھتے کہ آنکھیں خیرہ ہو جاتیں۔

کیا نسبت اس کو خیرالانامؐ سے　　دیکھا ہے ساونوں میں سحاب مطیر بھی

نعت کا اگر اس پر انکشاف ہو جائے　　صرف کہکشانوں کا ہم گراف ہو جائے

وہ نئی تراکیب منفرد استعاروں اور تشبیہوں کو کلام کی زینت بناتے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے۔ اسی جدت میں تراکیب کا ٹانکہ بدرفع لگ جاتا ہے یا تشبیہ استعارے پھسپھسے رہ جاتے ہیں بعض اوقات شریعت ہی مفتوحہ ہو جاتی ہے مگر ان کے ہاں ایسا نہیں ہوا۔

دوستو بزمِ تعیش میں نہ لے جاؤ مجھے　　مجھ کو فقرِ شہہؐ والا سے حیا آتی ہے

میں حرفِ کم نما سہی بیاضِ شوق کا مگر　　میرا سیاق دیکھنا میرا سباق دیکھنا

نبی کی جلوہ گاہ کی لطافتیں ہیں دیدنی　　اگر ہو (اور خدا کرے ہو) اتفاق دیکھنا

چونکہ وہ غزل کے بھی بہت عمدہ شاعر تھے اس لیے انہوں نے شعر کو سپاٹ ہونے سے بچایا اور

نعت کے روایتی حسن میں بھی کمی نہیں ہونے دی۔

بارگاہ ختمی ﷺ مرتبت میں مدینہ نعت لے کر پیش ہونے والوں کو از حد محتاط رہنا ہوتا ہے کیوں کہ یہاں عوام الناس کو پذیرائی سے زیادہ دربار رسالت ﷺ سے قبولیت کی سند ضروری ہوتی ہے۔

وہ کہتے ہیں:

کون کر سکتا ہے حق نعت پیغمبرؐ ادا؟ — بڑھ کے امکانات تحسیں سے ہے ان کی ہر ادا

خود بخود ہوتا ہے مضمون دل مضطر ادا — اللہ اللہ مدحت خیرالوریٰ کے باب میں

سچ تو یہی ہے کہ نعت سرورکونین کے لیے توفیق ضروری ہے ورنہ بات کہاں بنتی ہے۔

☆☆☆

تیمور حسن تیمور

پورے قد کا آدمی

ستمبر ۱۹۹۱ء میں میری کالج ایجوکیشن کا آغاز ہوا۔ تعارفی کلاسوں کے دوران اردو اعلیٰ کے استاد ڈاکٹر علی محمد خان صاحب نے پوچھا کہ اس کلاس میں کوئی مصنف یا شاعر ہے؟ میں نے ہمت کر کے کہا ''جی'' میں شاعری کرتا ہوں۔ کچھ دن بعد میں نے اپنی تخلیقات اصلاح کے لیے پیش کیں۔ اس بات کو ہفتہ ڈیڑھ گزر گیا تو میں نے ڈرتے ڈرتے اپنی تخلیقات کی بابت پوچھا، جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ وہ تو جعفر بلوچ صاحب کے پاس پڑی ہیں اور میں بتانا بھول گیا کہ انہوں نے تمہیں بلایا بھی تھا۔ بہر حال تم آج ہی ان سے مل لو۔ ساتھ ہی انہوں نے جعفر بلوچ صاحب کی شخصیت اور لیاقت کے بارے میں کچھ توصیفی کلمات بھی کہے۔ میں لیکچر کے بعد شعبہ اردو پہنچا اور جعفر بلوچ صاحب سے ملا۔ میں نے آنے کی وجہ بیان کی تو انہوں نے بے ساختہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ''ہاں'' بھئی آپ کے بارے میں خاں صاحب نے بتایا تھا اور آپ کی کچھ غزلیں بھی میرے پاس پڑی ہیں۔ یہ کہتے ہوئے کرسی سے اٹھے اور میز کی دراز میں کچھ تلاش کرنے لگے۔ چند لمحوں بعد وہ اوراق انہیں مل گئے جن پر میری غزلیں لکھی ہوئی تھیں۔ جعفر صاحب میرے ساتھ شعبے سے باہر تشریف لائے اور سامنے موجود باغ کے ایک بنچ پر بیٹھ گئے اور مجھے بھی ساتھ بٹھا لیا۔ پھر میرے اشعار کو دیکھنے لگے، وہ ایک ایک مصرع کو دہراتے اور ساتھ ہی کچھ مخصوص کلمات ادا کرتے۔ ان کلمات کو سن کر میں خوشگوار حیرت میں مبتلا ہوا۔ میں نے پوچھا ''سر'' یہ کیا ہے، بڑی شفقت سے فرمایا ''اسے تقطیع کرنا کہتے ہیں۔ جعفر صاحب نے مجھ سے کہا تمہارے بیشتر اشعار وزن میں ہیں۔ انہوں نے اس ملاقات میں میری بہت حوصلہ افزائی کی اور کچھ بنیادی باتیں بتائیں۔

یہ میری بونوں کے شہر میں اس پورے قد کے آدمی سے پہلی ملاقات تھی۔اس کے بعد جب بھی میں شعر کہتا، جعفر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ کچھ عرصہ بعد ان کی شخصیت کا جادو سر چڑھ کر بولا اور ملاقات کے لیے شعر گوئی کی شرط بھی جاتی رہی۔

پھر یہ نوبت آئی کہ میں کالج اس لیے جاتا کہ میری جعفر بلوچ صاحب سے ملاقات ہو سکے جس دن ان سے ملاقات نہ ہوتی ایسے لگتا جیسے کالج جانا بے کار گیا۔ وہ ہر ملاقات میں میری جاہلانہ باتوں اور بے تکے سوالوں کا بڑے تحمل اور خوش اخلاقی سے جواب دیتے تھے اور کسی بے زاری کا اظہار نہ کرتے۔اگر کبھی میں کالج نہ جاتا یا ان سے ملاقات نہ ہو پاتی تو مجھے اس جملے کا سامنا کرنا پڑتا۔"بھئی آپ کل کہاں تھے میں انتظار کرتا رہا۔"

میں نے اوپر انہیں بونوں کے شہر میں پورے قد کا آدمی قرار دیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اس شہر میں کوئی اور پورے قد کا آدمی نہیں ہے۔ بے شک ڈاکٹر خورشید رضوی اور ان جیسی دوسری قد آور شخصیات موجود ہیں مگر آٹے میں نمک کے برابر۔ مجھے متعدد ایسی محفلوں میں جانے کا موقع ملا جہاں نامور ہستیاں بڑی بڑی ڈگریوں، اعزازات اور عہدوں کے دم، چھلوں کے ساتھ موجود ہوتیں مگر بلا مبالغہ جعفر بلوچ صاحب اپنی سادہ شخصیت کے ساتھ نہ صرف ان سے منفرد نظر آئے بلکہ اپنی لیاقت اور متانت کی وجہ سے ان پر بھاری پڑتے ہوئے معلوم ہوتے۔ جعفر بلوچ صاحب کی خوش مزاجی، حاضر دماغی اور جملہ بازی کمال تھی۔ دھیمے اور پر اثر لہجے میں جب وہ گفتگو کرتے تو محفل میں بیٹھے ہر شخص کا دل موہ لیتے۔ان کے برجستہ جملے، مخصوص قہقہے محفل کی جان ہوا کرتے۔

ان کی شاعری میں بھی طنز و ظرافت کے گراں قدر نمونے موجود ہیں۔ان کی شاعری اردو کی کلاسیکی روایت سے جڑی ہوئی ہے۔خوبصورت بندشیں، دل کش تراکیب اور الفاظ کا چناؤ ان کی شاعری کو منفرد بناتے ہیں۔

وہ مٹتی ہوئی اخلاقی قدروں اور مسلمانوں کی زبوں حالی کے نوحہ گر بھی معلوم ہوتے ہیں۔ان کی حمدیہ اور نعتیہ شاعری ان کے مذہب سے بے پناہ لگاؤ کی عکاسی بھی کرتی ہے۔ان کی شاعری پر مفصل مضمون پھر کبھی حسب توفیق لکھنے کا اعزاز حاصل کروں گا۔ یہاں پر ان کے چند اشعار نقل کر کے ان سے وابستہ اپنی کچھ یادوں کو سپرد قلم کرتا ہوں۔

چلو ہم گھر کی ہر شے کو بترتیب حرم رکھ دیں
پھر اس کے بعد دیکھیں گے کہ کیا تصویر بنتی ہے

....

دوستو جشنِ تعیش میں نہ لے جاؤ مجھے
مجھ کو فقرِ شہؐ والا سے حیا آتی ہے

....

زباں میری کیا ہے سنو تو! زباں میری کیا ہے
جو سچ بولتا ہے وہ میری زباں بولتا ہے

....

آدمی کو اس طرح اغراض کی دیمک لگی
خلق مٹی میں خلا رہتے برادہ ہو گئے

....

حضرت جعفر کو جب دیکھا تو یہ عقدہ کھلا
جو بنا سکتے نہ تھے فیشن وہ سادہ ہوگئے

....

قصۂ صبح افسانۂ شام اب یاد نہیں
یاد نہیں یارانِ کرم اب یاد نہیں

....

وہ شخص میری رسائی سے ماورا بھی نہ تھا
بشر تو خیر نہ ہوگا مگر خدا بھی نہ تھا

....

شہیدِ ذوقِ تغزل تھا کم سخن جعفؔر
غزل کی بات نہ چلتی تو بولتا بھی نہ تھا

دور ابھی ہے منزل یارو! اب تم نے کیا سو چا ہے
او سر بازو اور جاں ہارو! اب تم نے کیا سو چا ہے
کیا میرے افسردہ چمن کو اور افسردہ کر دو گی
اے میری ناراض بہارو! اب تم نے کیا سوچا ہے
امن اور خیر کے نام پہ تم نے دنیا کو تاراج کیا
امن پرستو خیر شعارو! اب تم نے کیا سوچا ہے

جنوری ۱۹۹۳ء کی بات ہے کہ مجھے گورنمنٹ کالج شیخوپورہ میں ایک طرحی مشاعرہ میں شرکت کا موقع ملا۔ طلبہ کی اس تقریب کے بعد جناب حفیظ تائبؔ کی صدارت میں ایک باقاعدہ مشاعرے کا اہتمام بھی تھا جس میں بشمول جعفر بلوچ کئی نامور شعراء نے اپنا کلام سنایا۔ مشاعرے کے بعد کھانے پر جہاں ایک طرف انتظامیہ کے بہترین انتظام کی قلعی کھلی وہیں ہمارے پڑھے لکھے اور تہذیب یافتہ لوگوں کی اصل تصویر بھی سامنے آئی۔ کھانے کے مقام پر پانی کہیں تھا تو نان کہیں، سالن کہیں تو کھانے والا کہیں۔ اگر کچھ کہیں نہ تھا تو وہ کھانے اور کھلانے والوں کا مہذب رویہ تھا۔

میں اس آپا دھاپی کے عالم میں ایک کونے میں دبکا کھڑا تھا کہ میرے پاس جعفر بلوچ صاحب آئے اور میرے ہاتھ میں ایک پلیٹ اور آدھا نان تھمایا۔ کھانے کے دوران مجھے پانی کی طلب ہوئی تو جعفر صاحب پانی کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ دس منٹ کی تگ و دو کے بعد ایک گلاس پانی لانے میں کامیاب ہو گئے۔ ان حالات کے پیشِ نظر میں نے بھوک اور پیاس ہونے کے باوجود مزید کھانا اور پانی مانگنا مناسب نہ سمجھا۔ میں آج تک سوچ رہا ہوں کہ آدھے نان، ایک گلاس پانی اور تھوڑا سا سالن میرے لیے حاصل کرنے کی کوشش میں جعفر بلوچ صاحب خود کچھ کھا پائے کہ نہیں۔ نیت اور پیٹ کے بھرے ہوئے آدمی تھے جس کا اظہار جگہ جگہ دیکھنے کو ملا مگر آج بھی لوگوں کی بدتہذیبی اور بھوک کو دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ بڑا نام بڑی شخصیت کا ضامن نہیں ہوتا اور کردار کی بڑائی ناموری سے مشروط نہیں۔

جون ۱۹۹۴ء میں مجھے سڑک کے حادثے میں گہرے زخم آئے۔ ہسپتال میں جب میں بے ہوش تھا تو جعفر بلوچ صاحب میری عیادت کو آئے۔ ہسپتال سے گھر آنے کے بعد ابھی پوری طرح

صحت یاب نہیں ہوا تھا کہ ایک دن میرا ایک محلے دار بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ اردو کے دو پروفیسر صاحبان آئے ہیں۔ میں چارپائی پر لیٹا ہوا تھا۔ اس وقت میری حیرت اور خوشی کی انتہا نہ تھی کہ پروفیسر جعفر بلوچ اور ڈاکٹر علی محمد خان صاحب میری عیادت کو میرے غریب خانے پر تشریف لائے ہیں۔ گورنمنٹ کالج آف سائنس لڑکوں کی تعداد کے حوالے سے لاہور کے چند بڑے کالجوں میں آتا ہے۔ شاید ہی کوئی خوش نصیب طالب علم ہوتا ہے جسے اتنے بڑے کالج میں کسی استاد کی طرف سے اس درجہ محبت اور توجہ ملے۔

۲۰۰۷ء میں جعفر بلوچ صاحب کالج سے ریٹائر ہوئے۔ میں نے فون کر کے مبارکباد دی۔ پھر ایک ڈیڑھ ماہ گزر گیا۔ نہ تو ان کا فون آیا اور نہ ہی میں کر سکا۔ رابطہ ہوا تو پتا چلا کہ وہ ریٹائرمنٹ کے بعد سے اب تک اپنی پنشن اور گریجویٹی کے سلسلے میں مسلسل اے جی آفس کے چکر لگا رہے ہیں اور انتہائی مصروف ہیں۔ میں نے کہا کہ میں آپ کو دو منٹ بعد فون کرتا ہوں پھر میں نے شکیل جاذب کو فون کیا جو ان دنوں اے جی آفس میں ایک اہم عہدے پر تعینات تھا۔ میں نے پوچھا کہ تم میرے استاد جعفر بلوچ صاحب کو جانتے ہو؟ تو اس نے حیران ہو کر کہا کہ کیوں بھئی انہیں کون نہیں جانتا۔ میں نے اضطراب بھرے لہجے میں کہا کہ وہ ریٹائر ہو کر پچھلے ڈیڑھ ماہ سے اے جی آفس کے چکر لگا رہے ہیں۔ شکیل جاذب نے کہا کہ شام کو جلد فراغت ہوئی تو میں خود جعفر صاحب کے گھر حاضر ہو جاؤں گا۔ اگلے دن شام کو شکیل جاذب اور عباس تابش مجھے ساتھ لے کر جعفر بلوچ صاحب کی طرف گئے۔

وہاں شاعری سنی اور سنائی نیز ان کی ادب پر سیر حاصل گفتگو سننے کا موقع ملا۔ نشست برخاست ہونے پر شکیل نے کہا کہ ''سر'' اب آپ اے جی آفس آنے کی زحمت گوارا نہ کریں آپ کا کام ہو جائے گا۔ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ جعفر صاحب کو اپنی تقریبات کی صدارت، اپنی شان میں نظم اور مضمون پڑھوانے کے لیے گھر سے گاڑیوں میں لے کر جانے والے ڈیڑھ ماہ سے کہاں تھے؟ اگر جعفر صاحب کی بے نیازی اور خودداری انہیں کسی کو اپنا مسئلہ بتانے سے روکتی تھی تو کیا ان لوگوں کو خود خیال نہیں کرنا چاہیے تھا۔

ان سے فیض اٹھانے والوں میں سے کئی ایک کو تو میں جانتا ہوں۔ ان لوگوں کے اعلیٰ حکومتی عہدے داروں سے گہرے مراسم ہیں اور وقتاً فوقتاً یہ لوگ ان سے اپنے مفادات بھی حاصل کرتے

رہے ہیں۔

اپنی زندگی کے آخری ہفتوں میں وہ اپنے بیٹے پروفیسر مظفر بلوچ کے تبادلے کے حوالے سے بہت پریشان تھے۔ وفات سے چند دن قبل مظفر کی اپنی اور جعفر صاحب کی کوششوں سے یہ پریشانی بھی دور ہوئی۔ یہاں میں یہ بات زور دے کر کہنا چاہتا ہوں کہ مظفر کے تبادلے میں جعفر صاحب اور مظفر کی کوششوں اور اللہ کے کرم کے علاوہ کسی کا ہاتھ نہیں۔ آج اگر کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے تو وہ دعویٰ بے بنیاد ہے بلکہ سراسر غلط بیانی ہے۔ اس معاملے میں جعفر صاحب نے خود تمام مشکلات کو برداشت کیا نہ کسی کا گلہ کیا اور نہ شکایت۔

جعفر صاحب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو مجھے اچھا شعر کہنے کی خواہش، ادب اور فن سے محبت، مظفر حسن جیسا دوست اور بڑی شخصیت کا معیار دے کر گئے۔

پتا نہیں میں اچھا شعر کہہ پاؤں گا کہ نہیں، ادب سے محبت نبھا پاتا ہوں کہ نہیں، مظفر حسن کی دوستی کا حق ادا کر پاؤں گا کہ نہیں۔ ''ہاں'' البتہ جعفر بلوچ صاحب سے وابستہ تاثر کی بنیاد پر میں لوگوں کو پرکھ کر بڑی شخصیت تلاش کر سکتا ہوں۔ خدا جعفر بلوچ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے درجات کو بلند کرے۔ آمین

☆☆☆

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنۡتَ سُبۡحانَكَ

دن کو منور، شب کو فروزاں تو نہ کرے تو کون کرے؟
ہستی کو امکاں درامکاں تو نہ کرے تو کون کرے؟
مجبوروں پر لطف فراواں تو نہ کرے تو کون کرے؟
بست و کشاد گردش دوراں تو نہ کرے تو کون کرے؟
تزئین و تہذیب گلستاں تو نہ کرے تو کون کرے؟
تکرار انعام بہاراں تو نہ کرے تو کون کرے؟
پاتالوں کو نور بد اماں تو نہ کرے تو کون کرے؟
ان کو امین گوہر و مرجاں تو نہ کرے تو کون کرے؟
نظم سحاب و باد و باراں تو نہ کرے تو کون کرے؟
بے جانوں میں پھر پیدا جاں تو نہ کرے تو کون کرے؟
آج احیائے امت بے جاں تو نہ کرے تو کون کرے؟
اس کے ہر دکھ درد کا درماں تو نہ کرے تو کون کرے؟
پاکستان کو اور بھی ذی شاں تو نہ کرے تو کون کرے؟
اس کو معناً بھی پاکستان تو نہ کرے تو کون کرے؟
جعفر کی بخشش کا ساماں تو نہ کرے تو کون کرے؟
تو منان ہے اس پر احساں تو نہ کرے تو کون کرے؟

قصیدۂ نعتیہ

فطرت کا عجیب ماجرا ہے ہر لمحہ تغیر آشنا ہے
جس وقت بھی جس طرف بھی دیکھو اک منظر نو کا سامنا ہے
کوئی ہے جو صبح زندگی سے لوگوں میں دنوں کو پھیرتا ہے
افراد و ملل کی زندگی میں ہنگامہ اک انقلاب کا ہے
ہر دور کے اپنے ہیں تقاضے ہر دیس کا اپنا ضابطہ ہے
انسان کی دائمی ہدایت الجھا ہوا ایک مسئلہ ہے
سائنس بیاں بدل رہی ہے حیرت سے دوچار فلسفہ ہے
مذہب بھی بہت ہیں یوں تو لیکن محدود ان سب کا دائرہ ہے
کوئی کسی قید وقت میں ہے پابند کوئی مقام کا ہے
ایسا بھی ہے ایک دین لیکن ہر عصرو مکاں کو جو رسا ہے
یہ دین اور اس کی اکملیت رہنِ فیضانِ مصطفیٰ ہے
اے مطلع نعت بارک اللہ
تحدیث حبیب جاں فزا ہے
ہر دل جو ادب گہ وفا ہے پیغمبرؐ پاک کا حرا ہے
لولاك لما خلقت الا فلاك ہر مطلع زیست پر لکھا ہے

منت کش خاتمؐ النبیین تکمیل پیام انبیاء ہے
عالم عالم ہے ان کی رحمت اور لطف عمیم جا بہ جا ہے
آفاق ہیں مستیز انؐ سے ذکر انؐ کا بلند ہو رہا ہے
ہیں آپؐ امین اور صادق دشمن بھی یہ بات مانتا ہے
مومن کبھی جس نے انؐ کو دیکھا تارے کی طرح چمک رہا ہے
اک لمحہ جو انؐ کے پاس بیٹھا صحبیں وہ جہاں میں بانٹتا ہے
جس نے سنا افصح العرب کو وہ شعر کو ہیچ جانتا ہے
روشن ہیں نقوش سیرت انؐ کے اس دور میں گرچہ جھٹپٹا ہے

پیرایۂ عجز فن ہی جعفر
میرا سرمایۂ ثنا ہے

القصہ مری اساس ایماں فرمودۂ شاہؐ دوسرا ہے
دارین میں وجہِ کامیابی ارشادِ پیمبرؐ خدا ہے
پیغام اخوت و مساوات انساں کو حضورؐ نے دیا ہے
ٹوٹے ہیں بتانِ رنگ و خوں سب چھوٹا ہے نہ کوئی یاں بڑا ہے
تقویٰ ہے یہاں، بس ایک تقویٰ معیار جو امتیاز کا ہے
اک گھر ہیں تمام براعظم سرحد کا تصور اٹھ گیا ہے
ہیں بہر فلاح یاں نمازیں روزوں سے بشر ملک نما ہے
جو دست نگر تھے اب ہیں داتا اک معجزہ یہ زکوٰۃ کا ہے
ہے حکم جہاد امن آگیں جڑ ظلم و ستم کی کاٹتا ہے
اللہ غنی یہ حج میں کیسا قوت کا مظاہرہ ہوا ہے
پیغام رسولؐ ربِ اکبر مشرق مغرب میں گونجتا ہے

توفیق عمل ہمیں خدا دے
یہ دین تمام معجزہ ہے

ہم آج ہیں دیں سے دور افسوس — یہ کیا المیہ ہو گیا ہے
کرتے نہیں ہم جو کہہ رہے ہیں — یہ اپنے زوال کی بنا ہے
دل اور زبان میں ہے دوری — گفتار و عمل میں فاصلہ ہے
حد یہ ہے کہ اہل دیں میں باہم — اک معرکہ صف بہ صف بپا ہے
ہر سمت ہے تفرقہ نوازی — ہر سو عمل انتشار کا ہے
صدیوں سے ہیں آئینے مکدر — ہر دل میں جو اک غبار تھا ، ہے
’’آپس میں رحیم ہیں،، کا مژدہ — اطلاق کو اب ترس رہا ہے
لیکن **لاتقنطوا** کا پیغام — ڈھارس اپنی بندھا رہا ہے
امید کا جام کوثریں بھی — اس ساقی خلد کی عطا ہے

ساقیؐ کے حضور میں قلم اب
باعجز و ادب غزل سرا ہے

اک چشمۂ کیف ابل رہا ہے — مہتاب میں جام ڈھل رہا ہے
چلتا چلا جائے گا ابد تک — جو دور ازل سے چل رہا ہے
ساقیؐ کی نظر کی رمز پا کر — حالات کا رخ بدل رہا ہے
گلزار بھی زر لٹا رہے ہیں — سبزہ بھی گہر اگل رہا ہے
رنگیں ہے مزاج میگساراں — اس رنگ سے جام اچھل رہا ہے
پڑھتا ہوں میں آیتِ خطِ جام — اور اس پہ مرا عمل رہا ہے
قلقل کا نیا ہے آج لہجہ — مطلب بھی نیا نکل رہا ہے

جعفر مرے معبد غزل میں
مدحت کا چراغ جل رہا ہے

مدحت کے بعد شاعر اکثر — کہتے ہیں طلب کا مرحلہ ہے
لیکن در رحمت دو عالم — ہم پر کبھی بند بھی ہوا ہے؟
دنیا اور دین کی سعادت — ہر دور اس در سے پا گیا ہے

وہ دستِ کشادہ و مکرم کب منتظر طلب رہا ہے؟
الطافِ پیمبرؐ حجازی تخمین و شمار سے ورا ہے
کتنوں کو ملی، سند اماں کی کتنوں کے نصیب میں ردا ہے
کتنوں کو عطا ہوئیں دعائیں اور مخزنِ خیر ہر دعا ہے
کسریٰ کے ملے کسی کو کنگن فاتح کوئی ملک ملک کا ہے
جنت کا ملا کسی کو مژدہ کوئی حق دارِ دوسرا ہے
جعفر کو، جو ہے غلام انہیؐ کا
دھڑکا تہی دامنی کا کیا ہے؟

☆☆☆

نعت شریف

اسی انساں سے مجھے بوئے وفا آتی ہے خوش جسے طاعت محبوبؐ خدا آتی ہے
دوستو جشن تعیش میں نہ لے جاؤ مجھے مجھ کو فقر شہ والا سے حیا آتی ہے
سفر راہ شریعت نہیں آساں اس میں منزل جاں شکن کرب و بلا آتی ہے
نکہت و رنگ اڈ پڑتے ہیں صحن دل میں جب مدینے سے کوئی موج صبا آتی ہے
سایۂ رحمت عالم میں رہے میرا وطن میرے ہونٹوں پہ یہ رہ رہ کے دعا آتی ہے
جعفؔر اسلام کے ہر قریۂ روشن سے مجھے
طلع البدر علینا کی صدا آتی ہے

☆☆☆

☆

چمک اٹھا ہے شہرِ جاں کا طاق طاق دیکھنا فروغ عشق مصطفیٰ کا اشتقاق دیکھنا
میں حرف کم نما سہی بیاضِ شوق کا مگر مرا سیاق دیکھنا، مرا سباق دیکھنا
یہ کس کی سمت پے بہ پے رواں دواں ہیں ساعتیں یہ کس کے پائے بوس کا ہے اشتیاق دیکھنا
افق افق ہیں مطلع عرب کی ضوفشانیاں ازل رباط دیکھنا، ابد رواق دیکھنا
جو اک جھلک سی دیکھنی ہو محفل رسولؐ کی نجوم و ماہتاب کا کبھی وفاق دیکھنا
نبیؐ کی جلوہ گاہ کی لطافتیں ہیں دیدنی اگر ہو (اور خدا کرے ہو) اتفاق دیکھنا
خدا ہی جانے کب تلک ہے میری سرنوشت میں
رہِ وصال و ظلمتِ شبِ فراق دیکھنا

☆☆☆

رفعتوں کے مکیں ہیں ہمارے نبیؐ کاش ہم سوچتے
ہم کہیں اور کہیں ہیں ہمارے نبیؐ کاش ہم سوچتے
ہم ابھی منتظر ان صحیفوں کے ہیں جو اترنے نہیں
خاتمؐ المرسلیں ہیں ہمارے نبیؐ کاش ہم سوچتے
در بدر ٹھوکریں اپنی کوتاہ بینی سے کھاتے ہیں ہم
مہبط وحی و دیں ہیں ہمارے نبیؐ کاش ہم سوچتے
ہم نے جھوٹ اور تشکیک کی ظلمتوں کو نشیمن کیا
صبح صدق و یقیں ہیں ہمارے نبیؐ کاش ہم سوچتے

ہم چمن زارِ انسانیت میں خزاں کی علامت بنے
اور بہار آفریں ہیں ہمارے نبیؐ کاش ہم سوچتے
ہم یہ طے کر چکے ہیں کہ جینا خیانت کا اک نام ہے
اور رسولِ امیںؐ ہیں ہمارے نبیؐ کاش ہم سوچتے
کاش ہم سوچتے بے وقار آج کیوں ہیں زمانے میں ہم
کچھ خفا تو نہیں ہیں ہمارے نبیؐ کاش ہم سوچتے

☆☆☆

تا عرش ہے اعلان رفعنالك ذكرك — اللہ غنی، شانِ رفعنالك ذكرك
آقا ہیں مرے فخر رسل، مرجع لولاک — مازاغ شرف، جان رفعنالك ذكرك
تنویر جبین کن، ازل سے ہے ابد تک — اک قوس زرافشان رفعنالك ذكرك
جز خالق مطلق کسے معلوم کہ کیا ہے — حدافق و آن رفعنالك ذكرك
اس رفعت جاوید میں رخنہ کوئی کیا آئے — ہے کوئی نگہبانِ رفعنالك ذكرك
حضرتؐ کے ثنا گر جو سرافراز ہیں جعفر
یہ بھی تو ہے فیضانِ رفعنالك ذكرك

☆☆☆

جس دل میں محبت شہؐ بطحا کی مکیں ہو — کیوں خوف ہو کوئی اسے کیسے وہ حزیں ہو
ہو مدحِ پیمبرؐ کا ارادہ تو کم از کم — دل شاہدِ اسریٰ ہو نظر سدرہ نشیں ہو
صائب ہے اگر فخرؐ رسل سے ہے سند یاب — دانائی دنیا ہو کہ آگاہی دیں ہو
چھوڑیں گے نہ دامانِ رسولؐ عربی ہم — ہوتا ہے جہاں ہم سے اگر برسر کیں، ہو

اے شاہؐ دوکون آپ کا میں نعت سرا ہوں دنیا بھی حسیں ہو مری عقبیٰ بھی حسیں ہو
ہر حال میں آسودہ دلی ہو مجھے حاصل غم سے نہ مرا پیرہن جاں، شکنیں ہو
میرا ہو یہی سرورقِ نامۂ اعمال
نعت آپؐ کی مجھ کو علم فتح مبیں ہو

☆☆☆

مطلع انوار، عنوان حسین نعت ہے رشک اوجِ آسماں میری زمین نعت ہے
احتیاط اس کو برتنے میں نہایت احتیاط حرف اصلاً مصدرِ حمد و امین نعت ہے
زندگی کو ناز کیوں ان خوش نہادوں پر نہ ہو جن کی قسمت میں فضائے عنبرین نعت ہے
پھر زمانے کو بہاروں کی بشارت مل گئی پھر قلم میرا گلستاں آفرین نعت ہے
رفعت ذکر نبیؐ کی دیکھنا یہ شان بھی ہر وطن اسلامیوں کا سرزمین نعت ہے
نعت کے آثار میں شامل ہے ہر حسن عمل خیر کا جو بھی قرینہ ہے، قرین نعت ہے
میں یہی سمجھا ہوں ہر اجمال، ہر تفصیل سے دیں، جو مجھ سے پوچھیے، متن متین نعت ہے
عجز سے نکھرا ہے میرا رنگ مدحت اور بھی آنسوؤں کی ضو سے روشن تر جبین نعت ہے
اہل دل سے داد اے جعفرؔ جو ملتی ہے مجھے
میری نظروں میں وہ اجرِ کمترین نعت ہے

☆☆☆

بشر کے ہوں گے مرے نبیؐ رہنما ہمیشہ رہے گا تابندہ ان کا ہر نقش پا ہمیشہ
افق ''رفعنا'' کے اور بھی تابناک ہوں گے کرے گا ذکر ان کا اور اونچا خدا ہمیشہ
خوشا ہوائے حجاز و آب حیات زمزم بشر کو راس آئے گی یہ آب و ہوا ہمیشہ
انھیؐ کے پیچھے چلیں گے تہذیب اور تمدن انھیؐ کا ممنون ہوگا ہر ارتقا ہمیشہ

مرے نبیؐ کی ثنا و مدحت کا درس دیں گے ۔۔۔ دلوں کو والشّمس، والقمر، والضحیٰ ہمیشہ
رسول مقبول کی اقامت سے ہیں جو روشن ۔۔۔ بنے رہیں گے وہ دل حرم اور حرا ہمیشہ
شک اس میں کیا ہے کہ شرح ختم رسل ہی جعفر
رہے گی انسانیت کو راہ ہدیٰ ہمیشہ

☆☆☆

جو کوئی طیبہ کو جا رہا ہے جو کوئی طیبہ سے آ رہا ہے
حکایت جذب شوق خاص اپنے رنگ میں وہ سنا رہا ہے
جو اب ان کے میں آیتوں اور شاہؐ دیں کی روایتوں میں
لیے تناظر میں نت نئے جو سوال انسان اٹھا رہا ہے
مرے نبیؐ کے نظام شمسی سے نور ہے مستعار اس کا
جمال سیرت کا جو ستارہ جہاں کہیں جگمگا رہا ہے
بڑھیں گے اسلام کے اجالے، بڑھیں گے ایمان کے اجالے
فلک یہی دیکھتا رہے گا، فلک یہی دیکھتا رہا ہے
اس کی کرتے ہیں ہم عبادت، اسی سے کرتے ہیں استعانت
معین و معبود جو ہمارے رسول مقبول کار ہا ہے
ہم امت خاتم الرسلؐ ہیں، حریف پیچ و خم سبل ہیں
وہ خود ہی مٹ جائے گا بالآخر جو آج ہم کو مٹا رہا ہے
تو نعت تو کہہ رہاہے جعفر، نماز ہے ایک نعت برتر
اٹھ اور پہلے نماز پڑھ لے، نماز کا وقت جا رہا ہے

☆☆☆

ممتاز نعت نگار ڈاکٹر ریاض مجید سے مکالمہ

گفتگو: سرور حسین نقشبندی، صفدر علی محسن، عابد حسین چشتی

سوال: نعت کن ارتقائی مراحل سے گزر رہی ہے اور کون کون سے آفاق اس کے سامنے ہیں؟

جواب: آپ اس کو یوں اس طرح سے مربوط کر لیں کہ نعت اپنے پس منظر سے ہوتے ہوئے کہ نعت کہاں کھڑی ہے؟ موجودہ دور میں تو یہ ہے کہ اردو نعت اب اپنے ابتدائی اور تشکیلی مراحل سے گزر چکی ہے۔ محسن کاکوروی، امیر مینائی اور اعلیٰ حضرت احمد رضا خان جیسے شاعر اور برادر اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا، بہزاد لکھنوی اور مولانا ظفر علی خاں نے نعت کی مقدار اور معیار میں خوب اضافہ کیا۔ خصوصاً قیام پاکستان کے بعد جب جامعات میں تحقیقی اور تنقیدی کام کا آغاز ہوا تو اس کے وہ محاسن بھی مربوط ہو کر ہمارے سامنے آئے جو اس سے پہلے اس شکل میں موجود نہیں تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تحقیقی اور تنقیدی سطح پر جس نہج پر نعت آج کل جس طرح چل رہی ہے۔ اس سے بہت سے نئے امکانات روشن ہوئے ہیں اور امکانات ہمیشہ دو طرح سے روشن ہوتے ہیں۔ ایک فکر کے حوالے سے دوسرا فن کے حوالے سے۔ فکری طور پر اب نعت محض مدح رسول اکرم ﷺ نہیں ہے بلکہ اس کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا ہے اور خاص طور پر آپ ﷺ کا جو فیضان اور برکات کائنات پر ہیں۔ اس حوالے سے اور آپ ﷺ جو دین لے کر آئے، اس کی برکات اور اسلام کا پیغام، اس حوالے سے جو نعت کا دائرہ بڑھا ہے اس حوالے میں کم و بیش تمام ایسے مذہبی موضوعات بھی آ گئے ہیں جن کو شعراء نے سیاست، سماج اور تہذیب و ثقافت کے حوالے سے بھی اور معاشرت کے حوالے سے بھی دیکھا ہے جہاں کہیں بھی محسوس ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے فیضان سے نکھار پیدا ہوا ہے۔ وہ اظہار مقامی، علاقائی قومی بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی ہوا ہے اور نعت گو شعراء نے اس کو موضوع بنایا ہے تو نعت کا فکری دائرہ بہت بڑا ہوا ہے۔ چاند کی تسخیر اور تسخیر کائنات بھی بالواسطہ نعت کا موضوع بنے ہیں اور جہاں تک فنی محاسن کا تعلق ہے تو نعت ایک باقاعدہ فن کی صورت اختیار کر

چکی ہے اوراس سے جومہارت اور نادرا کاری پیدا ہوئی ہے۔اس نے اسے باقاعدہ اور علیحدہ صنف کے طور پر بھی مرتب کیا ہے بلکہ 21 ویں صدی کے بارے میں تو کہا جاتا ہے کہ یہ نعت کی صدی ہے کیوں کہ پرانے لکھنے والے بھی اس صنف سے رجوع کرر ہے ہیں اور نئے لکھنے والے بھی لکھ رہے ہیں۔ گویا جملہ فنی محاسن جتنے بھی شاعری کے حوالے سے ہوسکتے ہیں، ان کا نعت کے حوالے سے بھی جائزہ لے سکتے ہیں مثلاً تشبیہہ، استعارہ، محرکات، ردھم، بلند آہنگی، خوش آہنگی، نعت کی زمین، بحوراوراوزان کم وبیش سب حوالوں سے کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ گویا فنی محاسن کا سلسلہ بھی نعت کا وسیع ہوا ہے۔خاص طور پر گزشتہ دس بارہ ہے جونعت مرتب ہوئی ہے اس میں بڑی دلآویزی اور قافیہ وردیف کا التزام دکھائی دیتا ہے۔ طرح طرح کے فنی محاسن پیدا کیے گئے ہیں۔فکری اور فنی طور پر نعت نئے امکانات روشن کر رہی ہے اورنعت کے تمام فکری اور فنی محاسن کو ہم بڑے اعتماد سے ہر جگہ پیش کر سکتے ہیں۔ محسن کارکوری اوراعلیٰ حضرت نے جونعت پیش کی ہے۔علامہ اقبال نے جس ذوق وشوق سے نعت مرتب کی ہے، اگرچہ اقبال نے تھوڑا کام کیا ہے لیکن جو کیا ہے وہ انتہائی بلند ہے۔حفیظ تائب نے نعت میں جوتوازن قائم کیا ہے جس جذبے اور فکر کے ساتھ یہ کام ہوا ہے۔ یہ مثالیں ہی کافی ہیں۔

سوال: موضوعات اعتبار سے نعت کے مزید امکانات آپ کی نظر میں کیا ہیں؟

جواب: میں نے عرصہ 15 سال قبل ٹی وی پر ایک طویل پروگرام کیا تھا۔اس میں بھی یہ سوال آیا تھا۔ جس وقت بوسینا اور چیچنا وغیرہ کے مسائل عام تھے۔ میں نے اس وقت بھی نعت کے حوالے دیے تھے کہ جب بھی ملت کسی آشوب سے گزرتی ہے تو بے اختیار قوم وملت کی نگاہ استغاثہ اور اعانت کے لیے حضور ﷺ کی جانب ہی اٹھتی ہے تو شاعری میں بھی یہ فکر شامل حال ہوتی ہے تو جب تک انسان، کائنات اور قرآن قائم ہے تو اللہ تعالیٰ کی کتاب کا وعدہ تو خود اس کا ہے۔سوقرآن میں سیرت مصطفیٰ بھی شامل ہے لہٰذا یہ بھی قائم رہے گی اور رہتی دنیا تک یہ اکانات روشن ہی رہیں گے۔

جس طرح قرآن کی حفاظت کا وہدہ ہے تو قرآن ناطق (حضور ﷺ) کی سیرت بھی محفوظ رہے گی۔

سوال: پروفیسر صاحب! فکر میں جمود کیسے پیدا ہوتا ہے؟ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے بڑے اور پرانے لکھنے والے وہ زیادہ تر اپنی سابقہ تخلیقات پر ہی انحصار کرتے ہیں۔ اگر اس معاملے میں ہم بڑوں میں جمود دیکھتے ہیں تو نئے آنے والے اپنا راستہ کیسے تلاش کریں گے؟

جواب: دیکھیں یہ جوتخلیقی واردات اور مشاہدات ہیں۔ یہ کارگزاری دوطرح کی ہوتی ہے۔ ایک تو مین

سٹریم ہے یعنی بڑی رو۔اس میں تو سارے ویسے ہی بہتے جاتے ہیں۔جس قسم کی چیزیں دیکھتے ہیں ویسی ہی لکھتے رہتے ہیں۔کوئی کوئی ان میں تیز موجود بھی ہوتی ہے جو انبوہ اور بھیڑ سے ہٹ کر اور کٹ کر چلتی ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ اعلیٰ فن وہ ہے جو نئے اور اعلیٰ اظہار کو سامنے رکھتا ہے۔بات بھی اسی کی ہونی چاہیے۔باقی یہ بات بھی درست ہے کہ 70 اسی فیصد بلکہ 90 فیصد نعت بھی ایک کلاسیکی حوالے سے ہی ہو رہی ہے اور یہ حوالے اپنی جگہ محترم ہیں لیکن جسے آپ جامعہ کہتے ہیں یہ بھی تقریباً اسی تکرار میں ہو رہی ہیں۔علامہ اقبال کے ذوق وشوق کو جسے نعت میں ہم بہت اہم سمجھتے ہیں۔بلاشبہ ہے بھی اور جس طرح تائب صاحب کا بھی میں نے ذکر کیا کہ جب تک آپ نعت میں نادرہ کاری پیدا نہیں کرتے۔جب تک نئی بات اور فکر سامنے نہیں لاتے تو تب تک نعت اس بڑے ہجوم کے اندر ہی رہے گی جو تکرار در تکرار پر ہی خوش ہے۔اگر عوام کے لیے لکھنا ہی مقصود ہے تو اس میں فلمی طرز پر لے وغیرہ کے حوالے سے کافی اسلوبیاتی کوششیں موجود ہیں۔جس میں کوئی گیت وغیرہ کی طرز پر نعت لکھی جاتی ہے اور لوگ اسے بھی پسند کرتے ہیں۔اصل میں عظمت اور شہرت میں بڑا باریک سا فرق ہے جسے عام طور پر لوگ سمجھتے نہیں ہیں۔ہم شہرت اور عام داد کے لیے عوامی اجتماعات میں جو کوشش کر رہے ہیں تو درحقیقت ہم ادبی اور تخلیقی سطح پر کوئی کام نہیں کر رہے۔جب ہم نعت کی تخلیقی اور ادبی سطح کی بات کرتے ہیں تو ہمیں نعت کے اندر ایک ایسا وقار اور اعتبار پیدا کرنا ہوگا کہ جس کے اندر محنت بھی ہو۔مہارت بھی ہو، سیرت کا وسیع مطالعہ بھی ہو، جس میں حرص وہوس اور لالچ نہ ہو یعنی بے لوث ہو کر نعت کہی جائے یعنی ہڈیوں میں رچا بسا کر نعت کہی جائے۔اس میں پھر آپ پرانی بات کو دہرائیں گے نہیں اور بالغرض دہرائیں گے بھی تو اس میں بھی نئی بات پیدا کریں گے۔ہمارے ہاں جیسے خالد احمد نے بہت خوبصورت نعت لکھی۔ہر بات میں نیا اور خوبصورت پہلو پیدا کرتے ہیں۔وہ چاہے فنی پہلو ہو یا فکری۔نجیب احمد کی نعتیں چھوٹی چھوٹی زمینوں میں بڑی خوبصورت ہیں۔خورشید رضوی کی نعت۔اگرچہ تعداد میں کم ہے لیکن ہر شعر میں کوئی نہ کوئی نئی بات کرتے ہیں۔تو میں سمجھتا ہوں کہ اس پر زیادہ کام ہونا چاہیے۔ہمارے یہاں فیصل آباد میں صائم چشتی نے ہزاروں نعتیں لکھیں لیکن وہ Impect (تاثر) نہیں پیدا ہوا جو نام میں نے ابھی بیان کیے ہیں، ان کا پڑا۔تو بات تعداد کی نہیں معیار کی ہے کہ ہم ادبی طور پر نعت کو کہاں لے جا رہے ہیں۔وہ معیار آپ کو تبھی ملے گا جب آپ محنت کریں گے، مہارت استعمال کریں گے، آپ کو ذات رسالت ﷺ کا بھرپور شعور بھی ہوگا۔آپ کو یہ بھی پتہ ہو کہ آپ نے کس قرینے کے ساتھ نعت کہنی ہے۔کس قدر پاکیزگی کا خیال رکھنا ہے۔فکر اور اظہار اور اس کی پیشکش کا بھی خیال رکھنا ہے۔بلاشبہ سب اپنے اپنے طور پر کچھ نہ کچھ کرتے ہیں۔نعت

ایک ایسی چیز ہے جس میں کوئی حسد نہیں ہے جیسے اقبال نے کہا کہ تھا:
محبت (کہ جیسے تمام پروانے مل کے ایک ہی شمع کے گرد گردش کرتے ہیں اوران میں کوئی حسد نہیں ہوتا)

تو بات یہ ہے کہ نعت مکمل ہی تب ہوتی ہے جب حسد اور رقابت ختم ہوتے ہیں لیکن یہ بات بھی ہے کہ نعت کو فن کے طور پر آگے بڑھانے کے لیے محض عقیدت کا ہونا ہی کافی نہیں رہے۔ عقیدت کے ساتھ محنت اور محنت کے ساتھ لیاقت بھی ہے۔ پھر فنی باریکیاں اور دیگر لوازمات بھی ہیں۔اگر آپ ان کو زیر نظر رکھ کر نعت کہیں گے تو نعت مؤثر بھی ہوگی اور آگے بھی بڑھے گی۔

سوال: اچھی نعت کہنے کے لیے صرف زبان و بیان پر قدرت ہی کافی ہے یا دیگر لوازمات بھی ضروری ہیں؟

جواب: یہ عطائے ربانی بھی ہے۔فیض غیبی بھی ہے۔صرف لفظوں سے بھی نعت نہیں بنتی۔ ہمارے سارے ایسے بزرگ بھی گزرے ہیں جن کے پاس وسیع ذخیرہ الفاظ تھا۔ جانتے بھی زیادہ تھے بامحاورہ اور روزمرہ وغیرہ لیکن نہیں لکھ پائے۔اس کے برعکس کئی لوگوں نے نعت کے اندر تازہ کاری کا سیارا لیا اور وہ کامیاب ٹھہرے تو میرے خیال میں نعت کے حوالے سے زبان و بیان کے علاوہ تازہ کاری کی اشد ضرورت ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عطا ہی ہے۔اللہ کوئی ایسی زمین اور خیال سمجھا دے۔ ہم کسی سے کیا توقع کر سکتے ہیں کیوں کہ ہر آدمی بہر حال کوشش تو کرتا ہے لیکن بعض اوقات کم کہنے کہنے والوں نے اور دور دراز کے چھوٹے شہروں میں رہنے والوں نے بھی خوبصورت نعتیں کہی ہیں۔

سوال: تازہ کاری زمین ڈھونڈنے سے پیدا ہوتی ہے یا جب کوئی تازہ خیال انسان کے ذہن میں اترتا ہے، اس میں کوئی نہیں چیز سامنے آتی ہے؟ یا زمین کا انتخاب نئے مضامین لانے کا باعث بنتا ہے؟

جواب: یہ ایک مستقل بحث ہے تازگی کی لیکن اس کا زیادہ تعلق پیشکش کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔پیشکش، آپ ﷺ کی مدح ہے، آپ ﷺ کی سیرت، آپ ﷺ کے غزوات، آپ ﷺ کے شمائل وفضائل ہیں۔ یہ سب تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں۔آپ ﷺ کا فن یہ ہے کہ آپ نے اسے کس طرح ادا کرنا ہے۔ یہ پیشکش ہی آپ کو تازہ کاری کی طرف لے جائے گی یعنی ایک بات کو سیدھے طریقے سے بھی پیش کیا جا سکتا ہے اور اسی بات کو شاعرانہ قرینے سے بھی کہا جا سکتا ہے۔شاعری تو سارا قرینے ہی کا نام ہے۔

سوال: پروفیسر صاحب نعت کی شاعری میں دو طرح کے لوگ ہمارے سامنے ہیں اولاً وہ جو صرف نعت کہہ رہے ہیں، ان کا غزل سے تعلق نہیں ہے ثانیاً وہ نعت جو غزل گو شعراء کہہ رہے ہیں۔ غزل

گوشعراء کے نعتیہ کلام میں زیادہ خوبصورتی اور نیاپن نظر آتا ہے۔اس میں جاذبیت بھی زیادہ ہے۔اور جو صرف نعت سے منسلک لوگ ہیں،ان کی اس حوالے سے وہ چیزیں بھی نظر نہیں آتی جو غزل گوشعراء کے ہاں ملتی ہے؟اس فرق کو آپ کیسے دیکھتے ہیں؟

جواب: بات تو صرف پیشکش کی ہے۔آج کل جو نعت ہو رہی ہے وہ حسابی یا ریاضیاتی طریقے کے مطابق بھی وہ غزل ہی کی صنف میں ہو رہی ہے۔اب دیکھیں مسدس کی طرز کی نعت اور مثنوی کی طرز کی عت بہت کم ہوگئی ہے۔جتنا بھی ن عتیہ کلام آپ دیکھتے ہیں اس کا غالب حصہ غزل کے اندر ہے تو آپ جس بھی صنف میں کچھ کہیں گے تو اس کے صنفی حوالے اور تقاضے ازخود اس صنف کے اندر در آتے ہیں تو جب آپ غزل کی شکل میں نعت لکھتے ہیں تو اس میں ردیف قافیے کا اہتمام اور جو غزل کے رموز ہیں اور جو کہنے کا طریقہ ہے کہ آپ نے دو ہی مصرعوں میں اپنی بات کہنی ہے۔وہ ازخود آجائے گی تو جب بھی آپ غزل کے قرینے میں نعت کہیں گے۔تو غزل کی یہ خوبصورتی اور قرینے ازخود آپ کے رویے اور کلام میں آجائیں گی۔میں سمجھتا ہوں کہ تازہ کاری جب آپ نئی زمین ڈھونڈیں گے اور زمین میں پیشکش کا انداز بھی نیا ڈھونڈیں گے تو اس کے اندر تازہ کاری بھی آجائے گی۔آپ محسن کاکوری کی خوبصورت مثنویاں اور قصیدے کی طرز کی نعتیں لکھیں۔کیسے کیسے پہلو انہوں نے نکالے ہیں۔یہ اسی صورت ممکن ہوگا کہ آپ عام روش سے ہٹ کر چلیں اور کوشش کریں کہ آپ کی بات مختلف ہو اور اچھی بھی لگے۔ایسا نیاپن نہ ہو جو بالکل بھونڈا سا ہو۔اس سلسلہ میں تائب صاحب کے سینکڑوں اشعار کی مثال دی جاسکتی ہے جس میں انہوں نے عام ہی بات کو بڑے مختلف انداز میں اور خوبصورتی سے کہہ دیا کیوں کہ غزل کی ہزار سال کی کوشش اور سفر کے بعد اردو اور فارسی میں نئے امکانات زیادہ موجود ہیں تو اس کا قرینہ بھی نعت لکھتے ہوئے آپ کے اندر آجائے گا۔اب دیکھیے کہ اقبال نے کہا

کی محمدؐ سے وفا تو نے ہم تیرے ہیں　　　یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

لیکن اب جب تائب صاحب نے یہ نعت سنائی کہ

ناز برادری دنیا کی مشقت میں نہ ڈال　　　ہم کو پروردۂ صد ناز ونعم تیرے ہیں

تیری رحمت پہ ہے سوسنز گناہ گاروں کو　　　تجھ سے بے ساختہ کہتے ہیں کہ ہم تیرے ہیں

یہ سن کر یقین ہی نہیں آتا کہ اقبال کے پیرائے میں تائب صاحب نے بالکل نئی اور خوبصورت بات کہہ دی ہے۔اس طرح اگر کوئی کوشش کرکے تو نعت کی صنف بھی ترقی پائے گی اور فن بھی آگے بڑھے گا۔اس طرح کی کوشش ہونی چاہیے۔

سوال: نعتیہ نظموں کی تعداد کو موجودہ دور میں آپ کہاں دیکھتے ہیں۔کہا جارہا ہے کہ موجودہ دور نعتیہ نظم

کا دور ہے۔آپ ان امکانات کو کیسے اور کہاں پر دیکھتے ہیں؟

جواب: نظم اگرچہ تعداد کے حوالے سے تو کم ہے لیکن عام طور پر جتنی نظم لکھی جارہی ہے اسی تناسب سے نعتیہ نظمیں بھی لکھی جارہی ہیں۔ جتنے بھی لوگ عام نظم لکھنے والے ہیں۔انہوں نے نعتیہ نظم بھی لکھی ہے۔آج سے بیس پچیس برس پہلے سے ہی جداگانہ نعتیہ نظم کی روایت موجود ہے۔

''شاہنامہ اسلام'' حفیظ جالندھری کی طویل نظم ہے جو ایک طرح ہی منظوم سیرت ہے۔

''فخرِکونین'' محشر رسول نگری کی ہے، ''سلسلۃ الجرس'' امیر خلفی کی ہے جو مختلف مجور میں ہے اور پوری کتاب ہی دراصل ایک نظم ہے۔ ''دارین'' کے نام سے احسان دانش کی پوری کتاب ہے۔اسی طرح کی طویل نعتیں عبدالعزیز خالد کی ہیں۔ میری اپنی دو کتابیں زیرترتیب اسی طرح کی ہیں۔ پوری پوری کتاب ہی نعت کے اندر ہے۔

سوال: آپ کی اب تک کتنی کتابیں نعت کے ضمن میں آچکی ہیں؟

جواب: میری سات آٹھ کتابیں ابھی تک آچکی ہیں۔ کچھ اور بھی آنے والی ہیں۔میری پہلی کتاب ''اللھم صلی علی محمد ﷺ ہے۔ ''حی الصلوۃ'' پنجابی نعتیہ ہائیکو کی کتاب ہے۔ پھر پنجابی کا ایک نعتیہ دیوان آیا۔اس کے بعد ''سیدنا حامد'' کے نام سے پھر ''اللھم بارک علی محمد ﷺ'' اور ''سیدنا محمد ﷺ'' کے حوالے سے تین نعتیہ مجموعے سامنے آچکے ہیں۔اس طرح اور بھی چار پانچ کتابیں دوسرے انداز میں مرتب ہوئی ہیں۔نعت کے آثارات اور سفر کے حوالے سے الگ کتاب ہے۔ایک طویل نعت کا مقالہ جو منظوم صورت میں ہے وہ بھی زیرتربیت ہے اور غزل کی شکل میں بھی دوتین کتابیں موجود ہیں۔

سوال: آج کے دور کے نعت لکھنے والوں کے لیے خصوصاً نوجوانوں کو آپ کیا کہیں گے؟ کیا اوصاف ان کو اپنانا چاہیں؟

جواب: یہ سوال تھوڑا عجیب ہے کیوں کہ ہر کوئی کوشش تو کرتا ہے کہ اچھی نعت لکھے لیکن اصل بات یہ ہے کہ اچھی نعت لکھنے والوں کا مطالعہ ہو، مشاہدہ بھی ہو، خاص طور پر بات کہنے کا انداز بھی ہو جن لوگوں کے پاس یہ قرینہ موجود ہے وہ اچھی نعت لکھ رہے ہیں۔ ویسے تو نعت لکھنے والے بہت ہیں۔کم و بیش ایک سال میں سو کے قریب مجموعہ ہائے نعت تو چھپتے ہی ہیں۔

سوال: آپ نے مشاہدہ کا ذکر کیا، مشاہدہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: اس کی مثال یوں لیں کہ جن لوگوں کو حرمین شریفین کی زیارت میسر آئی ہے اور انہوں نے تمام مقامات کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، وہاں کی فضا دیکھی ہے تو اس حوالے سے دیگر چیزیں وہاں جانے سے ہی ملتی ہیں بلاشبہ جب آپ میدان احد میں ہوتے ہیں اور آپ کی نظر میں احد کی جنگ کا منظر موجود ہوتا ہے۔اسی طرح آپ میدان بدر میں ہوں تو غزوہ بدر کی یاد آپ

کے ذہن میں ہوتی ہے۔ جب آپ خندق کے اردگرد کی مساجد میں ہوتے ہیں تو اس طرح آپ کی چیزیں محسوس کرتے ہیں یعنی کہ آپ ﷺ یہاں سے گزرے تھے یہاں آپ ﷺ کے خیمے نصیب تھے تو یہ چیزیں مطالعے سے ہٹ کر مشاہدے سے ہی حاصل ہوتی ہیں۔ اسی طرح کی صحبتیں، حج کے سفرنامے اور حج سے متعلقہ فلمیں، حرمین شریفین میں نماز تراویح کا دیکھنا، یہ سب چیزیں غیر محسوس طور پر آپ کے مشاہدے کا حصہ بن جاتی ہیں۔ جب آپ اس طرح کی باتیں سنتے ہیں کہ ایک طرح سے مطالعہ بھی مشاہدہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے چہ جائیکہ کہ آپ نے مطالعہ کی صورت میں کچھ پڑھا ہی نہ ہو، مشاہدہ کی صورت میں کچھ دیکھا ہی نہ ہو تو آپ کا اظہار، اظہار محض اور وصف محض کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس صورت میں آپ کے پاس تھوڑی جگہ بچتی ہے کچھ کہنے کے لیے۔ وسعت نہیں اختیار کر سکتے۔ تو آپ کا مطالعہ اور مشاہدہ جتنا وسیع ہوگا آپ کے پاس بات کرنے کے اتنے ہی قرینے ہوں گے مثلاً نعت کا یہ مطلع دیکھیے۔

زم زم نعت سے ہوئی شاداب

اب اصل میں یہ شعر قرآن پاک کی اس آیت سے استنباط کیا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام کو ایک ایسی وادی میں چھوڑا گیا جو غیر آباد تھی۔ شاداب نہیں تھی۔ پھر آپ علیہ السلام کی ایڑیوں سے زم زم کا جاری ہونا اور آپ جانتے ہیں کہ مکہ کی آبادکاری میں زم زم کا بڑا دخل ہے۔ زم زم کے بغیر مکہ کی آبادکاری مشکل تھی۔ اس طرح نعت میں قرینہ پیدا ہو جاتا ہے لیکن اس قرینے کا انحصار بہرحال مطالعہ اور مشاہدہ پر ہی ہے۔ کچھ آپ نے قرآن سے پڑھا ہوگا۔ کچھ سیرت سے سیکھا ہوگا۔ ایک اور مطلع کی مثال بھی دی جا سکتی ہے۔

خواب میں حضرتؐ والا کو گزرتے دیکھوں رحل بینائی پہ قرآن اترتے دیکھوں

اب یہ فرمان حضرت عائشہؓ کا تھا کہ آپ قرآن ناطق اور چلتے پھرتے قرآن ہیں اور آپ کو دیکھنا دراصل قرآن کو دیکھنا ہی ہے۔ اس لیے رحل بینائی کو استعمال کیا گیا۔ آپ اس کا کوئی ریاضیاتی تجزیہ نہیں کر سکتے کہ ہم کیسے اس کی شکل بنائیں۔ اب ایک اور شعر ہے کہ سلام پڑھتے ہوئے اب یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارا اسلام آپ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچایا بھی جاتا ہے اور آپ ﷺ خود بھی سنتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ آپ ﷺ موجود ہیں تو دیکھتے بھی ہیں اور سنتے بھی ہیں۔ اس سے یہ قرینہ نکالا گیا کہ آپ ﷺ تو دیکھتے ہیں گو کہ ہماری آنکھوں کے سامنے حجابات ہیں اور ہم دیکھ نہیں سکتے۔ لیکن وہ جانتے ہیں کہ بھیجنے والا کون ہے۔ انہیں تو سب پتا ہے۔ اب یہ باتیں تو سامنے کی ہیں لیکن آپ کے ذہن میں کوئی قافیہ یا ردیف ایسا سجھائی دے جاتا ہے کہ کوئی نئی بات پیدا ہو جاتی ہے مثلاً حافظ پیلی بھیتیؒ کا بڑا خوبصورت شعر ہے۔

اے ضعف مدد کر در احمدؐ پہ گرا دے　　دربان کہیں اٹھ، کہوں اٹھا نہیں جاتا

اب دیکھیں کہ بارگاہِ رسول کریم ﷺ میں جھوٹ بھی نہیں بولا جا سکتا لیکن وہ اپنے ضعف کا سہارا لے رہے ہیں کہ اگر کوئی پوچھے گا تو میں کہہ دوں گا کہ بھئی میں تو ضعیف آدمی ہوں۔ میں تو بیمار ہوں میں خود نہیڈ ں اٹھ سکتا۔ اسی طرح کے بے شمار قرینے اعلیٰ حضرتؒ کے کلام میں موجود ہیں۔ تو یہ چھوٹی چھوٹی باتیں مطالعے اور مشاہدے کی عطا ہوتی ہیں۔ اسی طرح آپ کی فن پر گرفت بھی اچھی ہو، قافیہ، ردیف اور بعض اوقات محاورے کا استعمال بھی اچھا ہو تو نئی بات شکل میں آتی ہے۔

سوال: پروفیسر صاحب! کوئی پیغام ہمارے لیے اور ''مدحت'' کے لیے؟

جواب: میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بڑا اور مقدس فرض ہے اور اللہ تعالیٰ کی بڑی نعت اور عنایت ہے۔ جس انسان کو یہ نعت مل جائے کہ وہ نعت لکھ سکے، کہہ سکے اور اپنے لحن سے نعت خوانی کر سکے تو یہ درحقیقت ایک بڑی نعت ہے اور نعت کے ساتھ ساتھ اتنی بڑی ذمہ داری بھی ہے کہ آدمی اسے بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کرے۔ موضوع کو بھی، لحن کو بھی، اوزان وبجود و بھی اور کوشش کرے کہ نعت کو مزید اعتبار مہیا کرے اپنی پوری توانائی کے ساتھ، اپنی پوری لیاقت اور ذہانت کے ساتھ اور یہ تقاضے ہی ایسے ہیں جنہیں ٹالا نہیں جا سکتا۔ اگرچہ بہت سارے طریقے ہی ایسے ہیں مثلاً صرف اسمائے رسول ﷺ کو ہی ایک آدمی محنت اور ذہانت سے منظوم کرتا رہے تو وہ نعت کہہ سکتا ہے۔ آپ ﷺ کے اسمائے گرامی مختلف اوزان میں ہیں۔ ان کو اکٹھا کر کے نعت بن سکتی ہے۔ اس کے لیے فن کے سچے جذبے اور ذمہ داری دونوں کو محسوس کیا جانا چاہیے تو ہمارے نئے لکھنے والوں کو چاہیے کہ ان کا مطالعہ بھی ہو اور محنت بھی ساتھ ساتھ ہو اور جو نعت کا تقدس ہے اور آپ ﷺ کی ذات بابرکات کا جو لحاظ اور وقار ہے۔ اور ان کی عقیدت کا مظہر صحیح لب ولہجہ اسے اختیار کریں اور ملحوظ خاطر رکھیں۔ کوئی ایسی بات نہ ہو کہ عقیدت کے اظہار میں عقیدے سے ہی جاتا رہے۔ خاص طور پر حب اطاعت کا قرینہ بھی اختیار کیا جائے جتنا اپنی ذات پہ کیا جا سکتا ہے۔ وہ لاگو کیا جائے۔ یہ ایک بڑی سعادت ہوگی کہ اس کا سارا ماحول ہی نعتیہ سا بن جائے اور اس کے اندر وہ تقدس آ جائے جس کا نعت تقاضا کرتی ہے۔

☆☆☆

مرتب: محمد جمیل چشتی

نعت فورم کو موصول ہونے والی کتب

نمبر شمار	نام کتاب	منصف کا نام	پبلشرز	پیش کار
1-	بہارِ چشت	ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی	خواجہ محمد یار ٹرسٹ، گڑھی شریف	خواجہ قطب الدین فریدی
2-	حرفِ عقیدت	زبیدہ حیٔ	نعت اکیڈمی، فیصل آباد	ڈاکٹر ریاض مجید
3-	سیدنا احمدؐ	ڈاکٹر ریاض مجید	نعت اکیڈمی، فیصل آباد	ڈاکٹر ریاض مجید
4-	صنفِ ہزار رنگ	میرزا امجد رازیؔ	نعت اکیڈمی، فیصل آباد	ڈاکٹر ریاض مجید
5-	طاہرَین	سید وحید الحسن ہاشمی		ڈاکٹر سید شبیہ الحسن ہاشمی
6-	شگفتہ ہی شگفتہ	مرتب: قمر وارثیؔ	دبستان وارثیہ، کراچی	واجد امیر
7-	زرِ مدحت	ریاض احمد قادری	احسن پبلی کیشنز، فیصل آباد	ریاض احمد قادری
8-	طیب مطیبؐ	حکیم محمد رمضان اطہرؔ	احسن پبلی کیشنز، فیصل آباد	ریاض احمد قادری
9-	حضورؐ رمضان کیسے گزارتے	مفتی محمد خان قادری	کاروان اسلام پبلی کیشنز، لاہور	مفتی محمد خان قادری
10-	حضورؐ نے حج کیسے ادا فرمایا	مفتی محمد خان قادری	کاروان اسلام پبلی کیشنز، لاہور	مفتی محمد خان قادری
11-	محفلِ میلاد اور شاہ اربل	مفتی محمد خان قادری		مفتی محمد خان قادری
	آوازِ دل	ڈاکٹر عاصی کرنالی		
11-	حمدِ باری تعالیٰ	ابوالامتیاز ع س مسلم	مقبول اکیڈمی اردو بازار لاہور	ابوالامتیاز ع س مسلم
12-	قافلۂ شوق کے مسافر	پروفیسر محمد اکرم رضا	فروغ ادب اکیڈمی، لاہور	پروفیسر محمد اکرم رضا
	نور ہمہ نور	غضنفر جاوید چشتی	شرکت پرنٹنگ پریس لاہور	غضنفر جاوید چشتی
	دستِ دعا	نجمہ یاسمین یوسف	شرکت پرنٹنگ پریس لاہور	نجمہ یاسمین یوسف
	نذرِ داتاؒ	مرتب: راجہ رشید محمود	شاہ میراں ویلفیئر ٹرسٹ لاہور	راجہ رشید محمود
	خواتین کی حمدیہ شاعری	مرتب: غوث میاں	حضرت حسانؓ بک بینک کراچی	غوث میاں

انتخابِ حمد	مرتب: غوث میاں	حضرت حسانؓ بک بینک کراچی	غوث میاں
خواتین کی نعتیہ شاعری	مرتب: غوث میاں	حضرت حسانؓ بک بینک کراچی	غوث میاں
15- نعتِ جمالِ مصطفیٰ	رانا تجمل حسین خاں شامی	اکائی، فیصل آباد	شہزاد بیگ
16- ٹھاٹھاں ماردی رحمت	رانا تجمل حسین خاں شامی	اکائی، فیصل آباد	شہزاد بیگ
17- خلدِ نعت	پیر آصف بشیر چشتی	اکائی، فیصل آباد	شہزاد بیگ
18- نعت	محمد لطیف	فروغ ادب پبلی کیشنز لاہور	حافظ عابد حسین چشتی
19- وسیلہ	رؤف شیخ	ادارہ پنجاب رنگ، لاہور	حافظ عابد حسین چشتی
20- سفنے طیبہ دے	محمد شریف انجم	بزمِ فقیر پاکستان	حافظ عابد حسین چشتی
21- نعت چمن	لالہ صحرائی		ڈاکٹر محمد جاوید

نعت فورم کو موصول ہونے والے رسائل و جرائد

نمبر شمار	نام رسائل و جرائد	مرتب	ناشر
1-	نعت رنگ	صبیح رحمانی	اقلیم نعت کراچی
2-	ماہنامہ سوئے حجاز	مفتی محمد خان قادری	لاہور
3-	انوارِ رضا (حضرت طارق سلطان پوری نمبر)	ملک محبوب الرسول قادری	سرگودھا
4-	ماہنامہ بیاض	خالد احمد	بیاض پبلی کیشنز، لاہور
5-	شہرِ نعت	پیر آصف بشیر چشتی	فیصل آباد
6-	عقیدت	شاکر کنڈان	سرگودھا
7-	نعت نیوز	محمد ذکریا شیخ	کراچی
8-	ماہنامہ روحِ بلند	صاحبزادہ محمد امانت رسول	ادارہ فکرِ جدید، لاہور
9-	ماہنامہ وادیٔ ادب	امجد شریف	گوجرانوالہ

☆☆☆